بیاد مفسر قرآن صوفی حضرۃ مولانا عبد الحمید خان سواتیؒ

بیاد امام اہلسنت حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

مدیر استاذ العلماء حضرۃ مولانا محمد فیاض خان سواتی

جامعہ نصرۃ العلوم کا دینی، تحقیقی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ
نصرۃ العلوم
گوجرانوالہ پاکستان



ستمبر ۲۰۲۵ء		جلد ۳۰	شمارہ ۹

فہرست

اشاعتِ خاص بیاد: استاذ الحدیث حضرت مولانا عبد القدوس خان قارنؒ

ناشر مولانا محمد فیاض خان سواتی

ناظم دفتر ماہنامہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ پاکستان

پوسٹ کوڈ 52250 فون 0302-6693479.055.4218530

طابع زاہد بشیر پرنٹنگ پریس 13/27 ریٹگن روڈ ہجویری پارک لاہور

زر خریداری: فی شمارہ 30 روپے سالانہ 350 روپے

حالات وواقعات

مولانا زاہد الراشدی
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

مولانا عبد القدوس خان قارن رحؒ کا سفرِ آخرت

گزشتہ جمعۃ المبارک (۱۵ / اگست) کو برادرِ عزیز مولانا حافظ عبد القدوس خان قارنؒ اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک عرصہ سے بیمار تھے مگر معمولات مسلسل جاری رہے، جمعرات کو جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں حسبِ معمول اسباق پڑھائے اور جمعۃ المبارک کو صبح نمازِ فجر پڑھائی۔ جمعہ سے قبل خطبۂ جمعہ کی تیاری کر رہے تھے، غسل کیا اور کپڑے پہنے، اسی دوران اجل کا بلاوا آ گیا، حرکتِ قلب بند ہوئی اور وہ اپنے خالقِ حقیقی کے حضور پیش ہو گئے۔ مجھے مرکزی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد اس سانحہ کی اطلاع ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے دی، فوری ان کے گھر حاضر ہوا تو وہ سوگوارانِ خاندان کے حصار میں ایسے گھرے ہوئے تھے کہ چہرے پر بلا کا سکون تھا، یوں جیسے آرام سے سو رہے ہوں، ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کلمہ طیبہ اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، بیٹوں سے تعزیت کی اور ہم ان کی تجہیز و تکفین کے انتظامات کے مشورہ میں مصروف ہو گئے۔

ان کا سنِ ولادت ۱۹۵۲ء ہے، اس لحاظ سے انہوں نے تہتر سال کی عمر پائی ہے اور وہ ساری عمر پڑھنے پڑھانے اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ حضرت والد محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور عمِ مکرم حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی رحمہما اللہ تعالیٰ کے خصوصی تلامذہ اور تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیمی و تدریسی اور تصنیفی معاملات میں ان کے معاون بھی تھے، اعلیٰ پائے کے مدرس تھے، معقولات و منقولات دونوں پر یکساں دسترس رکھتے تھے، ابتدا سے دورہ حدیث تک ہر درجہ کی کتابیں پڑھائیں، تفہیم کا ذوق بہت عمدہ تھا، شاگردوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے اور بے تکلف گفتگو کا مزاج تھا جس سے ان کے شاگرد بہت محظوظ ہوتے تھے۔

میں نے فراغت کے بعد کم و بیش بیس سال تک مدرسہ انوار العلوم میں تدریس کے فرائض انجام دیے جبکہ قارن صاحبؒ ابتدا سے ہی جامعہ نصرۃ العلوم میں تدریس سے وابستہ ہو گئے اور کم و بیش نصف صدی کے لگ

بھگ مسلسل تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ایک عرصہ تک جامعہ نصرۃ العلوم کے ناظم بھی رہے۔ حضرت والد محترم اور عمِ مکرم رحمہما اللہ تعالیٰ جب زیادہ بیماری اور معذوری کے دور میں داخل ہوئے تو ان کے حکم پر میں نے بھی جامعہ نصرۃ العلوم میں تدریسی خدمات سنبھال لیں جو بحمد اللہ تعالیٰ اب تک جاری ہیں۔ بزرگوں کی وفات کے بعد دورۂ حدیث میں بخاری شریف ہم دونوں بھائیوں کے سپرد چلی آرہی ہے، اس ترتیب کے ساتھ کہ ایک سال بخاری اول میرے پاس اور دوم ان کے پاس ہوتی تھی، جبکہ دوسرے سال اول ان کے پاس اور دوم میرے پاس ہوتی تھی۔ اس سال بھی اسی ترتیب سے اول ان کے پاس اور ثانی میرے پاس رہی، مگر وہ اپنے وقت پر بارگاہِ ایزدگی میں پیش ہو گئے اور اساتذہ کے مشورہ سے بخاری اول جامعہ نصرۃ العلوم کے مہتمم مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی کے سپرد کر دی گئی ہے، جو اس سے قبل ترمذی شریف ثانی پڑھاتے چلے آرہے تھے۔

تدریس میں ان دونوں کا ذوق فقہی مباحث کا ہے، دونوں حضرت والد محترم رحمہ اللہ کی طرز پر فقہاء کے اختلافات پر محدثانہ بحث کرتے ہیں اور بزرگوں کی روایات کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ مگر میرا مزاج مختلف ہے، اس لیے بخاری شریف کے سبق کے آغاز میں طلبہ سے عرض کر دیا کرتا ہوں کہ میرے ہاں آپ کو سبق میں صرف تین چیزیں ملیں گی: حدیث کا مفہوم و ترجمہ کیا ہے، ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کا تعلق کیا ہے، اور آج کے عصری ماحول میں یہ حدیث ہماری کیا راہنمائی کرتی ہے؟ فقہی مباحث آپ کو قارن صاحب اور فیاض صاحب کے ہاں ملیں گے اور میں تھوڑی بہت یہ خدمت طحاوی شریف میں کرتا رہوں گا، وہ بھی ایک عرصہ سے میرے زیر تدریس چلی آرہی ہے۔

قارن صاحبؒ اول درجہ کے مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین خطیب بھی تھے اور پیپلز کالونی گوجرانوالہ کی جامع مسجد تقویٰ میں گزشتہ کم و بیش پینتیس سال سے جمعہ کی خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ گزشتہ جمعہ کو بھی وہیں خطبہ جمعہ کے لیے جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ وقت آگیا اور وہ خاموشی کے ساتھ اس دنیا کو خیرباد کہہ گئے۔ عشاء کے بعد جامعہ نصرۃ العلوم میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی جو اُن کے بڑے فرزند اور پاکستان شریعت کونسل ضلع گوجرانوالہ کے امیر مولانا حافظ نصر الدین خان عمر نے پڑھائی اور ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام، دینی کارکنوں اور شہریوں نے اس میں شرکت کی۔ اس کے بعد انہیں قبرستان کلاں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی منزلیں آسان فرمائیں، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں، اور ان کے خاندان کو صبر و حوصلہ کے ساتھ ان کی روایات قائم رکھنے کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

خطاب: مولانا محمد فیاض خان سواتی

ترتیب: مولانا عنایت اللہ چترالی

حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارنؒ کی وفات پر تعزیتی بیان

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلی اٰلہ واصحابہ نجوم الھدی اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

صدق اللہ العظیم وبلغنا رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ○

محترم حاضرین وبرادران اسلام وخواتین محترمات

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم چھبیسویں پارہ میں سے سورۃ الاحقاف کی دو آیات آیت نمبر 13 اور آیت نمبر 14 تلاوت کی ہیں ان آیات مبارکات کی روشنی میں آج میں آپ کے سامنے ہمارے اس جامع مسجد نور کے امام صاحب حضرت مولانا حافظ عبدالقدوس قارنؒ کی تعزیت کے حوالے سے کچھ ضروری باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں گزشتہ جمعہ 15 اگست 2025ء کو اسی وقت ان کی وفات کی اطلاع ہوئی تھی۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت میں جانے والے لوگوں کے بارے میں تین اعمال کا ذکر کیا ہے اور تین انعامات کا ذکر کیا ہے۔

تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ اور مفہوم

سب سے پہلے ان آیات کا ترجمہ اور مفہوم آپ کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے یہ پہلا عمل

ہے، ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یہ دوسرا عمل ہے، فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ پس نہیں خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ یہی لوگ ہیں جنت والے، خَالِدِينَ فِيهَا اس کے اندر ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے

دونوں آیات کو اکٹھا کر کے جب ہم نتیجہ نکالتے ہیں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تین اعمال کا مطالبہ ہے اور تین بدلے اس کے نتیجے کے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائیں گے۔ ایک ایمان، دوسرا استقامت اور تیسرا اعمال صالحہ ان تین چیزوں کا مطالبہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ مرد اور خواتین مکلف یہ کام کریں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ ان کو کوئی غم ہوگا اور وہ جہنم کے اندر نہیں جائیں گے بلکہ ان کا ٹھکانہ جنت ہوگا، یہ تین بڑے انعامات ہیں، میں ان پر تھوڑی سی روشنی ڈالوں گا۔

تین اعمال اور تین انعامات

سب سے پہلے ایمان ہے۔ ایمان ایک مسلمان کے لیے بنیاد ہے اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں بھی قرآن کریم میں اعمال کا ذکر کیا ہے سب سے پہلے ایمان کا ہی ذکر کیا ہے پھر دوسرے نمبر پر باقی اعمال کا ذکر کیا ہے ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات۔ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات ہر جگہ اسی طرح ہے ایمان پہلے ہے اور اعمال بعد میں ہیں۔ ایمان کیا ہے خدا ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ رب ہے۔ یہ پہلی شرط ہے اور دوسری شرط اس سے بھی مشکل ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں اس طرح حکم ارشاد فرمایا فاستقم کما امرت ومن تاب معك (سورۃ ھود: آیت ۱۱۲) پس آپ سیدھے رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے توبہ کی آپ کے پاس۔ ایمان کے بعد دوسری چیز استقامت ہے۔ یہ بہت مشکل ہے استقامت علی الحق۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت سفیان بن عبد اللہ الطائفی الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا کہ آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس کو میں مضبوطی کے ساتھ پکڑ لوں اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤں، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بڑی ہی جامع بات ارشاد فرمائی، وہ یہ تھی آپؐ نے انہیں تعلیم دی قل ربی اللہ ثم استقم تو یہ بات کہہ کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کر۔ یہ استقامت موت تک قائم رکھنی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے بزرگان دین میں سے حضرت شیخ عبد القادر

جیلانیؒ کا یہ قول ہے جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب "غنیۃ الطالبین" میں نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں اطلبوا الاستقامۃ ولا تطلبوا الکرامۃ امت کو تعلیم دے رہے ہیں کہ اے لوگو تم اللہ سے استقامت طلب کیا کرو کرامت طلب نہ کیا کرو، اور دیگر بزرگان دین نے بھی فرمایا الاستقامۃ فوق الکرامۃ ایمان پر ثابت قدم رہنا کرامت سے بہت اوپر کی بات ہے۔ کرامت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے کسی کو مل جائے اور کسی کو نہ ملے لیکن استقامت جس کو مل جائے وہ اس پر ثابت قدم رہ سکتا ہے۔

تو ایمان کے بعد سب سے مشکل عمل استقامت ہے کہ اپنے ایمان پر، اپنے نظریہ پر، اپنے عمل پر آدمی مستقیم رہے، یہی مطلوب ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا جو لوگ ایسے ہوں گے جو یہ کہیں گے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر وہ ثابت قدم رہیں گے ان پر نہ تو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ دو چیزیں ہیں خوف اور غم۔ خوف اس چیز کو کہتے ہیں جو آئندہ آنے والا ہو جیسے انسان اس دنیا میں یہ کہتا ہے کہ یہ راستہ بند کر دو کہیں اس راستے سے شیر نہ آجائے یہ آگے پیش آنے والا ہے یعنی آئندہ آنے والے کو خوف کہتے ہیں، تو یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ انعام دے رہے ہیں کہ ان کو آئندہ زندگی میں کوئی خوف نہ ہوگا اور دوسرا انعام یہ ہے کہ وہ غمگین نہیں ہوں گے، غم وہ ہوتا ہے جو گزشتہ زندگی میں کسی عمل پر ہو، انسان اپنی زندگی میں کوئی کمی کوتاہی کرے اس پر اس کو غم ہوتا ہے کہ پتہ نہیں میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا، اللہ تعالیٰ معاف کرے گا یا نہیں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا جن لوگوں نے اللہ پر ایمان رکھا انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر ثابت قدم رہے تو ان کو نہ خوف ہوگا آخرت میں اور نہ انہیں اپنی گزشتہ زندگی پر کوئی غم ہوگا، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرامین، نبی کی تعلیمات، شریعت اسلامیہ کے احکام پر عمل کیا ہوگا، اس وجہ سے وہ مطمئن ہوں گے کہ ہم نے گزشتہ زندگی میں نیک اعمال انجام دیئے ہیں اور اس کے بعد اللہ کے حضور پیش ہو رہے ہیں۔ آگے کی زندگی کا اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ اگر پیچھے ٹھیک کر کے آئے ہو تو آگے کوئی جہنم کا خوف نہیں ہے، کسی پکڑ کا خوف نہیں ہے۔ اور پھر دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ یہی لوگ جنت والے ہیں جو ایمان لائے اور ثابت قدم رہے ان پر کوئی خوف اور غم نہیں ہے اور جنت والے لوگ یہ ہیں، خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا جنت بھی ایسی جس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ دنیا میں ہم کسی مکان میں رہتے ہیں کسی وقت وہ گر جاتا ہے تو اسے تبدیل کرتے ہیں کوئی پسند نہیں آتا دوسرا تبدیل کر لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں سے نہ نکالے جائیں گے، نہ اس سے نکلنے کا ان کا جی کرے گا بلکہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ دنیا میں

کرتے تھے،اس وجہ سے یہ دنیا دار العمل ہے، اس میں نیک اعمال انجام دینا ہر صاحب ایمان اور مسلمان کی ذمہ داری ہے اور برے اعمال سے بچنا تمام مرد وخواتین مسلمانوں پر ضروری ہے، توہمیں اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا کریں اور اللہ کے راستے کے پر ثابت قدم رہیں اور اللہ کا وعدہ ہے ان شاء اللہ پورا ہوگا تو وہ ہمیشہ کی جنت کے اندر داخل کرے گا، جس سے کبھی نکالا نہیں جائے گا نہ خوف ہوگا اور نہ غم ہوگا، یہ ہمارے اعمال کا بدلہ ہوگا اس وجہ سے ہر مسلمان مرد اور خاتون کو ان تین چیزوں پر اس دنیا کے اندر عمل کرنا چاہیے تاکہ آخرت میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

قارن صاحبؒ کا تعارف اوران کی خدمات

میں نے آپ کے سامنے تعزیت کے ضمن میں یہ دو آیات تلاوت کی ہیں حضرت مولانا حافظ عبد القدوس قارنؒ ہمارے تایا زاد بھائی تھے ان کی ہماری اس جامع مسجد نور اور مدرسہ نصرت العلوم کے لئے کافی خدمات ہیں۔ انہوں نے تعلیم بھی یہاں حاصل کی اور پھر مختلف عہدوں پر بھی فائز رہے، تدریس بھی کی، یہ ایک لمبی تاریخ ہے۔ پانچ اپریل 1952ء میں ان کی ولادت گکھڑ میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے ہاں ہوئی تھی جو میرے تایا تھے، آپ حضرات انہیں بخوبی جانتے ہیں اور حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے گکھڑ میں جامع مسجد بوہڑ والی میں حاصل کی تھی، جہاں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ زندگی بھر امام وخطیب رہے تھے، اسی مسجد میں جو مدرسہ قائم تھا اس میں انہوں نے قرآن کریم حفظ و ناظرہ پڑھا، تجوید وقرات بھی وہیں پڑھی، سکول کی ابتدائی تعلیم بھی گکھڑ میں ہی حاصل کی اور درس نظامی کے پہلے سال کی تعلیم بھی وہیں حاصل کی تھی، پھر یہاں وہ داخلے کے لیے آئے تھے، دوسرے سال درجہ ثانیہ میں۔ اور 1968ء میں یہاں مدرسہ نصرت العلوم میں داخل ہوئے اور ساری تعلیم انہوں نے یہیں سے ہی حاصل کی آخر دم تک یہیں خدمات انجام دیں، جب وہ تعلیم حاصل کر رہے تھے اسی دوران یہاں کے جو سابقہ امام حافظ شیخ عبد الرحمنؒ تھے وہ تقریباً پانچ سال یہاں کے امام رہنے کے بعد کسی مجبوری کی وجہ سے اچانک چلے گئے، وہ لالہ موسی کے رہنے والے تھے، شیخ برادری سے تعلق تھا تو اس وقت ہی میرے والد ماجد حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ نے قارن صاحب کو جو اس وقت ابھی پڑھ رہے تھے، امامت کے عہدے پر مقرر کر دیا، یہ 1971ء کی بات ہے اس وقت سے وہ آخری دن تک یہاں امام رہے، یہ ان کی امامت کا دورانیہ ہے۔

پھر انہوں نے یہاں سے 1975ء میں تعلیم مکمل کر کے دورہ حدیث کیا اور اس کے بعد 1976ء میں

حضرت والد ماجدؒ نے ان کو یہاں درس نظامی کا استاد مقرر کیا، تو وہ 1976ء سے لے کر آخر تک یہاں پڑھاتے رہے۔ پھر 1976ء میں ہی آپ کی اس جامع مسجد نور کی تحریک چلی تھی جو تحریک جامع مسجد نور مدرسہ نصرت العلوم کے نام سے مشہور ہے۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ حکومت وقت نے اس کو سرکاری تحویل میں لینے کا نوٹیفیکیشن جاری کر دیا تھا محکمہ اوقاف کی طرف سے، پھر اس ظالمانہ کروائی کے خلاف ایک بھرپور مزاحمتی تحریک چلی تھی، کافی لمبی چوڑی اس کی داستان ہے جو میں نے اپنی کتاب "تحریک جامع مسجد نور و مدرسہ نصرت العلوم" میں تفصیل سے قلم بند کر دی ہے۔ اس تحریک میں جب حکومت کو اس جگہ پر قبضہ ممکن نہ ہوا اور کوئی صورت نہیں بن رہی تھی تو انہوں نے اندرونی طور پر یہاں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔

یہ بڑا تاریخی واقعہ ہے اس وقت لاہور سے ہمارا رسالہ شائع ہوتا تھا جو جماعت کا رسالہ تھا جمعیت علماء اسلام کا "ترجمان اسلام" اس میں یہ ساری رپورٹ لکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی کیونکہ یہاں پہلے دن سے حضرت والد ماجدؒ خطیب چلے آ رہے تھے۔ 1952ء میں جب مسجد و مدرسہ کی بنیاد انہوں نے رکھی تھی اسی وقت سے خطیب وہی چلے آ رہے تھے، محکمۂ اوقاف نے حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب کے نام ایک سرکلر جاری کیا کہ سرکار کی طرف سے آپ کو جامع مسجد نور کا خطیب مقرر کیا گیا ہے یہ چچا اور بھتیجا کو لڑانے اور ہمارے اندر پھوٹ ڈالنے کی ایک بہت بڑی سازش تھی اس نوٹس کا میرے پاس عکس بھی موجود ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت مولانا عبد القدوس قارن نے اپنے چچا سے ہی ساری پرورش پائی تھی، تعلیم تو بعد کی بات ہے وہ جتنی دیر بھی یہاں رہے ہیں زمانہ طالب علمی میں وہ ہمارے گھر میں رہے ہیں، ان کا ناشتہ کھانا پینا سب وہیں چل رہا تھا۔ پھر وہ بھتیجے بھی تھے اور شاگرد بھی تھے والد ماجدؒ ان کے مربی بھی تھے ایسا ممکن نہیں تھا۔ وہ اس پر بڑے پریشان ہوئے اور اس سلسلہ میں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا زاہد الراشدی حفظہ اللہ سے بھی مشورہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ یہ جتنی بڑی سازش ہے، اس کا جواب بھی اتنا ہی بڑا ہونا چاہیے۔ اس وقت "تحریک جامع مسجد نور" شروع ہو چکی تھی، گرفتاریاں ہو رہی تھیں، انہوں نے اس تحریک کے ابتدائی دنوں میں جب ابھی چند لوگ ہی گرفتار ہوئے تھے اس وقت یہاں سے جمعہ کے بعد جلوس نکالا دفعہ 144 نافذ تھی اس میں کافی سارے ساتھیوں نے گرفتاری دینی تھی چوک گھنٹہ گھر میں تو انہوں نے وہاں تقریر کی، جس کا ایک جملہ میں آپ حضرات کے سامنے نقل کرنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ میں "محکمہ اوقاف کی نوکری سے ٹوکری اٹھانا زیادہ پسند کروں گا" اور پھر ان کا نوٹیفکیشن سب کے سامنے پھاڑ دیا اور کہا کہ یہ تمہارا جواب ہے اور میں گرفتاری کے لیے حاضر ہوں۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ گرفتاری دے دی،

پانچ مہینے وہ گرفتار رہے سنٹرل جیل گوجرانوالہ میں، یہ 1976ء کی بات ہے۔ پھر 1975ء اور 1976ء میں اس تحریک کی وجہ سے جامعہ نصرۃ العلوم میں جو طالب علم پڑھ رہے تھے ان کی دستار بندی بھی ان تحریکات کی وجہ سے متاثر ہوئی، ان کو سندیں نہ دی جاسکیں تو قارن صاحب کو بھی سند مدرسے کی طرف سے 1977ء میں جاری ہوئی۔ یہ بات مدرسہ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ دو تین سال کے ساتھیوں کو جب اسناد دی گئی تو ان کو بھی ان کے ساتھ دی گئیں، اور انہوں نے دورۂ تفسیر قرآن کریم نہیں کیا ہوا تھا، انہوں نے 1979ء میں یہاں سے دورہ تفسیر کیا سند حاصل کی یعنی جب وہ پڑھا رہے تھے۔ اس دوران پھر تعلیم حاصل کی جو قرآن کریم کی تفسیر کی تعلیم رہتی تھی تو گویا مکمل وہ 1979ء میں یہاں سے فارغ ہوئے۔

بطور ناظم تقرری

اسی دوران ہمارے جامعہ کے جو سابق ناظم تھے حضرت مولانا عبدالعزیزؒ جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، محکمہ اوقاف گوجرانوالہ کے ڈسٹرکٹ خطیب اور یہاں مدرسہ کے ناظم بھی تھے۔ جب محکمہ اوقاف کے ساتھ ہماری ٹکر چلی "تحریک جامع مسجد نور" کی صورت میں تو اس وقت ان کو محکمہ والوں نے کہا کہ یا تو مدرسہ والوں کے ساتھ رہیں یا ہمارے ساتھ رہیں، تو حضرت والد ماجدؒ نے انہیں مشورہ دیا آپ کی کافی سروس ہو چکی ہے، آپ ان کے ساتھ چلے جائیں، جب وہاں سے فارغ ہو جائیں گے۔ پھر یہاں آجانا ان کے پاس بڑا عہدہ تھا تو ان کو اس حکمت عملی کے ساتھ ادھر بھیج دیا گیا۔ مدرسہ میں ان کی جگہ خالی ہوگئی تو 1979ء میں حضرت والد ماجدؒ نے مولانا عبدالقدوس صاحبؒ کو مدرسہ کا ناظم مقرر کر دیا، امام وہ پہلے سے مسجد کے چلے آرہے تھے، سبق بھی پڑھا رہے تھے، نظامت بھی ساتھ ان کو مل گئی۔ پھر 1984ء میں حضرت والد ماجدؒ کے مثانے کا بڑا میجر آپریشن ہوا تھا اور ان کی حالت بہت بگڑ گئی تھی، اس سال میں حج کے لیے گیا ہوا تھا ان کا آپریشن تو میری یہاں موجودگی میں ہی ہو گیا تھا، لیکن اگلے دن میری حج کی فلائٹ تھی تو میں نے ان سے کہا کہ اب نہیں جاتا چھوڑ دیتا ہوں تو ہسپتال میں انہوں نے مجھے کہا کہ نہیں اب اللہ نے موقع دیا ہے آپ جائیں تو میں چلا گیا لیکن وہاں ذہن پریشان ہی تھا۔ پیچھے یہاں پھر جمعہ کا اور صبح کے درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا مسئلہ پیدا ہوا کیونکہ والد صاحبؒ 1952ء سے 1984ء تک مسلسل پڑھاتے چلے آرہے تھے، تو ان کی جگہ قارن صاحب کو عارضی طور پر کہا گیا کہ آپ درس دیں اور جمعہ بھی پڑھائیں تو وہ جمعہ بھی پڑھاتے رہے اور درس بھی دیتے رہے۔ اس آپریشن کے بعد حضرت والد ماجدؒ کی طبیعت مکمل فٹ نہ ہوئی تو بعد ازاں 2003ء، 2004ء تک انہوں نے جمعہ کا خطاب تو کیا، جمعہ کا عربی خطبہ اور نماز میں پڑھاتا

رہا۔لیکن درس قرآن اور درس حدیث والد ماجدؒ نے انہی کے ذمہ لگا دیا کہ تم نے نماز بھی پڑھانی ہوتی ہے تو درس بھی دے دیا کرو،تو 1984ء سے وہ صبح فجر کی نماز کے بعد چار دن قرآن کریم کا درس اور دو دن حدیث کا درس جامع مسجد نور میں دیتے رہے۔

اسی طرح وہ جمعہ کے لیے پیپلز کالونی کی جامع مسجد تقوی جب تعمیر ہوئی تھی تو ابتدائی طور پر وہاں کے کچھ خطباء جمعہ پڑھاتے رہے پھر 1990ء کے بعد مستقل طور پر مولانا عبدالقدوس قارن صاحب وہاں خطیب مقرر ہوئے اور آخر تک وہاں جمعہ پڑھاتے رہے۔

ان کو دل کا عارضہ کافی پرانا تھا جو زمانہ طالب علمی سے ہی چلا آ رہا تھا، جب ان کی والدہ کی وفات ہوئی پہلے سگی والدہ کی پھر دوسری والدہ کی تو اس کے بعد ان کو دل کی تکلیف زیادہ ہونے لگی اس وجہ سے 1991ء میں انہوں نے مدرسہ کی نظامت کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا کہ یہ بڑا مشقت کا کام ہے، جواب مجھ سے نہیں ہوگا تو حضرت والد صاحبؒ نے کہا ٹھیک ہے بیمار ہیں تو چھوڑ دیں ،تو انہوں نے 1991ء میں مدرسے کے نظامت چھوڑ دی تھی، پھر صرف تدریس کر رہے تھے اور تدریس کے ساتھ انہوں نے تحریر کا سلسلہ بھی شروع کیا۔1995ء میں جب میں نے ماہنامہ نصرة العلوم کا آغاز کیا تو اس میں انہوں نے لکھنا شروع کیا، اس کی فائلوں میں ان کے بہت سے اچھے مضامین موجود ہیں، ساتھ کتابیں بھی لکھیں جن کی تعداد تقریباً 17 ہے۔

تدریسی رفاقت

پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ جب علیل ہو گئے تھے اور انہوں نے 2001ء میں تدریس چھوڑ دی تھی اور حضرت والد ماجدؒ نے بھی 2003ء میں تدریس چھوڑ دی تھی تو اس کے بعد یہی حضرات آگے آئے اور انہوں نے مدرسے کی تعلیم کی ذمہ داری کو پورا کیا اور آخر دم تک وہ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرتے رہے۔

میرے ساتھ ان کی زندگی میں بہت سی رفاقتیں رہی ہیں یہ آپ سمجھ لیں کہ 1968ء میں وہ یہاں آ گئے تھے، اس کے بعد اب تک ہم اکٹھے ہی رہے ہیں بہت طویل زمانہ ہے، اس میں ہمارا کھیل کود کا زمانہ بھی ہے جو ایک علیحدہ زمانہ ہے، تعلیم و تعلم کا زمانہ الگ ہے، اسفار کا علیحدہ ہے، سفروں میں بھی اکٹھے رہے ہیں اور باقی ساری رشتہ داریوں کے حوالے سے الگ ہے۔ یہ ساری چیزیں زندگی ساتھ ساتھ چلتی رہی ہیں لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ تعلیم کے میدان میں میری ان کے ساتھ بڑی طویل رفاقت رہی ہے ایسی رفاقتوں کا ٹوٹنا دل کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ ترمذی شریف جلد اول پڑھایا کرتے تھے، ان کی عادت تھی کہ ابواب البیوع تک

پڑھاتے تھے اور پہلی جلد ابواب البیوع سے آگے اور دوسری جلد مکمل حضرت والد ماجدؒ پڑھایا کرتے تھے۔ ترمذی شریف دورہ حدیث میں ایک ایسی کتاب ہے جو دورہ حدیث کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، ہمیشہ سے اس کتاب کو تمام مدارس اسلامیہ میں پڑھنے پڑھانے کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، تو اسی وجہ سے اس کتاب کو سب سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ وہ دو بھائی تھے بڑے اول جلد کا اکثر حصہ پڑھاتے تھے جبکہ اول کا باقی حصہ اور دوسری جلد مکمل دوسرے بھائی پڑھاتے تھے۔ اس حوالہ سے 22 سال تک ان کی رفاقت رہی ہے یعنی 22 سال تک اس طریقہ سے وہ دورحدیث کو پڑھاتے رہے۔

پھر جب ان دونوں بھائیوں نے تدریس چھوڑ دی تو آگے اس کی تقسیم ہم دونوں میں آگئی تھی، حضرت مولانا عبدالقدوس قارنؒ کے پاس ترمذی شریف کی ایک جلد اور ایک جلد میرے پاس آگئی اور یہ ہمارا بہت طویل دورانیہ رہا ہے ایک جلد وہ پڑھاتے رہے ایک جلد میں پڑھاتا رہا۔ دوسرے اسباق علیحدہ ہیں لیکن میں صرف اس کتاب کی اہمیت کے حوالہ سے بات کر رہا ہوں کہ 1997ء سے تو یہ مسلسل اب تک 28 سال بن جاتے ہیں کہ ہم اس ترتیب سے چلے آرہے تھے، وہ اکثر پہلی جلد پڑھاتے اور دوسری جلد میں۔ درمیان میں ہم نے تبادلہ بھی کیا، کبھی وہ دوسری جلد پڑھاتے تھے اور پہلی جلد میں پڑھاتا تھا، اس طرح بھی چل رہا تھا۔ جب ایسی رفاقت ٹوٹتی ہے تو انسان پر بہت بوجھ ہوتا ہے اور بہت خلش ہوتی ہے۔

میں آپ حضرات سے بھی تعزیت کرتا ہوں اور اس حوالہ سے میں خود بھی تعزیت کا مستحق ہوں کہ گزشتہ جمعہ مجھے ایک ساتھی نے یہاں جمعہ کے بعد کہا کہ ”آپ کے سارے ساتھی ایک ایک کر کے آپ کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔“ میں نے کہا یہی اللہ کا دستور ہے، ایک دن ہم نے بھی چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ لیکن اصل بات مشن ہے، شخصیات آتی جاتی رہیں گی، آپ حضرات کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس موقع پر بہت سے لوگ پروپیگنڈا کر دیتے ہیں، بہت سے لوگ دل برداشتہ ہو جاتے ہیں، حوصلہ ہار جاتے ہیں۔ یہ طریقہ اسلام کا نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ حکم نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہ تعلیمات نہیں ہیں شخصیات آتی جاتی رہیں گی لیکن اصل چیز مشن ہوتا ہے مشن قائم رہنا چاہیے غزوہ احد کے موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر جب مشہور ہوئی تھی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعلیم کے لیے اس طرح وحی اتاری تھی، فرمایا وما محمد الا رسول اور نہیں ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے آپؐ کے مشن کو مقدم بیان فرمایا۔ قد خلت من قبله الرسل تحقیق گزر چکے ان سے پہلے بھی رسول

آفان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم ۔اگر وہ فوت ہوجائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے، ومن ینقلب علی عقبیہ اور جو شخص الٹے گا اپنی ایڑیوں پر، فلن یضر اللہ شیئا پس ہرگز وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ شخصیات آتی جاتی رہتی ہیں، مشن پر قائم رہنا چاہیے، ادارہ کو قائم رہنا چاہیے۔ میں ایک اور طریقے سے بھی آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں مایوس ہونا پروپیگنڈا سے متاثر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی منشا کے خلاف ہے اور ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ مایوسی کبیرہ گناہ ہے۔

اپنی اور آپ حضرات کی تسلی کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ نقل کرنے لگا ہوں جو ترمذی شریف میں موجود ہے اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لایضرھم من یخذلھم حتی یاتی امر اللہ بڑی تسلی والی بات ہے آپ کی پیشین گوئی بھی ہے، آپ نے میری امت کا ایک گروہ فرمایا، ایک آدھ آدمی نہیں، طائفۃ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر دلیل کے ساتھ غالب رہے گا، ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت کی گھڑی آجائے۔ جب اللہ نے دین اسلام کو قیامت تک رکھنا ہے، جناب رسول اللہ کی ختم نبوت اور آپ کی تعلیمات کو قیامت تک رکھنا ہے، تو یاد رکھیں وہ اس کے لیے جوڑیاں بناتا رہے گا، مایوس نہ ہوں بلکہ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس ادارہ کو بھی نہیں جوڑی عطا فرمائے۔ یہ مشن بھی قائم رہے اور وہ حضرات جنہوں نے یہاں بڑا طویل عرصہ کام کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

ظاہر بات ہے ان حضرات کے اجر کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور وہ پورا ہونا ہے وہ ان کو ملنا ہی ملنا ہے۔ آپ لوگ بھی ان حضرات کو ایصال ثواب کیا کریں، جب بھی کوئی نفل پڑھتے ہیں تو جہاں دوسرے لوگوں کے لیے اور اپنے والدین کے لیے دعا کرتے ہیں تو ان بزرگوں کے لیے بھی کیا کریں ان کا آپ پر بہت بڑا احسان ہے بالخصوص گوجرانوالہ کے لوگوں پر تو دینی حوالہ سے بڑے احسانات ہیں اور یہی آخرت میں کام آنے والے ہیں، تو ان کے ساتھ محبت رکھیں، ادارے کے ساتھ بھی محبت رکھیں، پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوں اور بے حوصلہ بھی نہ ہوں۔ اللہ کی رحمت سے ناامید بھی نہ ہوں ان شاء اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ اس ادارہ کو بھی قائم رکھے گا، رجال بھی آتے رہیں گے اور قافلہ بھی چلتا رہے گا یہاں تک کہ ہم سب لوگ جنت کے اندر اکٹھے ہوجائیں گے۔

دعائیہ کلمات

یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ عبدالحمید صاحب کے والد عبدالعزیز صاحب جو کہ پچھلے جمعہ کو وفات پا چکے ہیں، یہیں ان کا جنازہ ہوا تھا، انہوں نے دعا کی درخواست کی ہے۔ بھائی مسئلہ ہے جب تک جنازہ نہ ہو، دعا نہیں کی جاتی اس وجہ سے پچھلے جمعہ میں کسی کے لیے دعا نہیں کی گئی مجموعی طور پر دعا کی گئی تھی اور اب ان کے لیے بھی دعا کریں اور امام صاحب اور دیگر تمام وفات پانے والے حضرات کے لیے بھی کریں کہ جو حضرات وفات پا چکے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جن میں ہمارے اعزہ و اقارب بھی ہیں، اساتذہ بھی ہیں، دوست احباب بھی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ جو بیمار ہیں، جس جس قسم کی تکلیف میں مبتلا ہیں، مرد ہیں، عورتیں ہیں، بچے ہیں، بوڑھے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو شفائے کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے۔ ہمارے ملک پر جو آفت آئی ہوئی ہے سیلاب کی صورت میں بہت سے لوگ اس سیلاب کی زد میں آ کر شہید ہو چکے ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پکڑ ہے، اس کے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ جو حضرات اس میں وفات پا چکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جو پریشان حال ہیں، جس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے۔ ہم سب کو دین حق کی سمجھ نصیب فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لآ اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ: ۲۲ / اگست ۲۰۲۵ء)

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ بانی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ جامعہ کی مطبوعہ روئیداد ۱۹۷۹ء کے صفحہ ۱۵ تا ۱۶ میں لکھتے ہیں:

”مولوی عبدالعزیز صاحب کے مستعفی ہونے کے بعد نظامت پر جناب مولوی عبدالقدوس قارن صاحب کا تقرر کیا گیا ہے۔ موصوف مدرس اور امامت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں، نوجوان ہیں، طبیعت میں جوش بھی ہے، امید ہے کہ آہستہ آہستہ نظامت کے کام باحسن طریق انجام دیں گے۔ واللہ الموفق۔“

ادارہ

حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارنؒ

واقعات، تاثرات اور تعزیتی پیغامات

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

”وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی نے پاکستان شریعت کونسل کے امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی سے ٹیلیفونک رابطہ کیا اور ان کے چھوٹے بھائی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے استاد الحدیث حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے مولانا قارن صاحب کی علمی و دینی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ مرحوم نے عمر بھر درس و تدریس اور طلبہ کی علمی وفکری رہنمائی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کا شمار اہلِ علم کی اس عظیم نسل میں ہوتا تھا جس نے پاکستان میں دینی علوم کے فروغ اور نئی نسل کی تربیت کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے مولانا زاہد الراشدی اور تمام اہل خانہ سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔“ (جاری کردہ: مولانا عبدالرؤف محمدی)

حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری

مرکزِ اہلِ حق شیرانوالہ کے متبعین علماء میں حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم کا بہت بڑا سیاسی اور مذہبی نام ہے۔ اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، جو ان کے والدِ گرامی تھے، ان کی وطنِ عزیز پاکستان میں دینی اور سماجی خدمات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ اور اتنے بڑے عالم اور اتنے بڑے شیخ ہونے کے باوجود حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دونوں صاحبزادگان حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی صاحب کو اور مولانا عبدالقدوس قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام الہدیٰ مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کروایا۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب تو اپنے خاص مزاج کے ساتھ چل رہے ہیں اور ان

کا تعلق قلبی اور جذباتی شیرانوالہ مرکز سے بہت زیادہ ہے، لیکن حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالکل اپنے مرشدِ کامل کی اتباعِ کامل پہ یقین رکھتے تھے۔ اور حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض بھی حاصل کیا، اور بہت سے دینی اور عائلی معاملات میں راہنمائی حاصل کی۔ اور حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کے جذباتی دستِ راست رہے۔

حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحبؒ کی وفات پر پوری جماعتِ شیرانوالہ غمزدہ ہے۔ علماء اور عوام اور گوجرانوالہ کے خواص ان کی خوبصورت جو ایسی طبیعت تھی جس میں وہ ہر کسی سے گھل مل جاتے تھے اور زبردست مہمان نواز تھے۔ اور اپنے تلامذہ، شاگردوں اور سٹوڈنٹس کے ساتھ بھی بہت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ جانا تو ہر کسی نے ہے لیکن جس انداز سے گئے، اللہ ان پر عظمتیں، رفعتیں اور بلندیاں نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو حضرت مرحوم کی ترقیٔ درجات کا وسیلہ بنائے۔ اللہ پاک پوری امت کے لوگوں کو مولانا کی مغفرت کے لیے ہمیشہ کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی

محترم ومکرم شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے بھائی اور ملک کے ممتاز عالم دین، استاذ الحدیث حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب کے سانحہ ارتحال اور وفات کی خبر پاکستان سمیت پوری دنیا میں انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ سنی گئی "انا للہ وانا الیہ راجعون" ان للہ ما أخذ ولہ ما اعطی و کل شئ عندہ باجل مسمی۔ ان کی وفات آپ کے خاندان ہی کے لیے نہیں بلکہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے لیے بھی یہ خبر انتہائی تکلیف دہ ہے۔ ان کی تمام زندگی اسلام کی اشاعت، دین کی خدمت، مدارس ومساجد کے تحفظ تحقیق وتصنیف، درس وتدریس اور اعلاء کلمۃ اللہ میں گذری وہ حقیقت میں اپنے والد گرامی اور اکابرین واسلاف کی جیتی جاگتی عملی تصویر تھے آپ کے ہزاروں شاگرد، لاکھوں عقیدت مند جامعہ اشرفیہ لاہور کی انتظامیہ، اساتذہ اور طلباء آپ کے خاندان ولواحقین اور جامعہ نصرت العلوم کی انتظامیہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب کے لیے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔ اللہ رب العزت حضرت مولانا عبد القدوس صاحب کی خدمات دینیہ ومساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے

نوازتے ہوئے اپنے جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائے اور جملہ لواحقین وورثاء کو صبر جمیل اور سکون عطاء فرمائے۔ آمین

والسلام

مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی (شیخ الحدیث جامعہ بنوریہ کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ہمارا مادرِ علمی ہے اور حضرت مولانا محمد عبد القدوس خان قارنؒ ہمارے نہایت قریبی اور محسن بزرگوں میں سے تھے۔ ہمارے اور ان کے درمیان نہایت ہی محبت، اخوت اور خصوصی تعلقات تھے۔ ان کا ہمارے گھر آنا جانا اور ہمارا ان کے گھر آنا جانا معمول کا حصہ تھا۔ ان کی وفات کا صدمہ صرف میرا ذاتی یا چند افراد کا نقصان نہیں، بلکہ یہ جامعہ، علمی حلقوں اور مسلکِ اہل سنت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی دامت برکاتہم العالیہ کی حفاظت فرمائے، اور جامعہ نصرۃ العلوم کے اس عظیم خلا کے پُر ہونے کے اسباب پیدا فرمائے۔

میری خواہش تھی کہ خود جامعہ نصرۃ العلوم حاضر ہو کر اربابِ جامعہ اور اہلِ خانہ سے تعزیت کرتا، لیکن علالتِ صحت کی وجہ سے اس وقت وہاں جانا ممکن نہیں۔ اس کے باوجود میرا دل اور میری دعائیں جامعہ نصرۃ العلوم کے ارباب وطلبہ اور اہلِ خانہ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی علمی، تربیتی اور دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

عزیز الرحمن ہزاروی، جامعہ بنوریہ کراچی

مولانا قاضی رویس خان ایوبی

مفتی عیسیٰ گورمانی مرحوم جامعہ علوم اسلامیہ میرپور میں مدرس حدیث تھے۔ سابق مفتی نصرۃ العلوم گوجرانوالہ تھے۔ حاجی بوستان مرحوم بھی منشور مہتممی پر مکمل عملدار امد کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مفتی عیسی خان گورمانی کو بیک بینی و دوگوش مدرسہ سے فارغ کر دیا تو حاجی صاحب مرحوم نے مجھے فرمائش کی کہا کہ آپ جناب

زاھد الراشدی اور جناب قارن سے رابطہ کریں بلکہ نصرۃ العلوم میں جا کر ان سے کہیں کہ دونوں بھائی اپنی خدمات میرپور جامعہ علوم اسلامیہ کے حوالے کریں، منہ مانگی تنخواہ دونگا۔ میں نے حق دوستی نبھاتے ہوئے جناب راشدی اور قارن مرحوم سے رابطہ کیا۔ خالو جی! ہم نے اللہ کا دین بولی لگانے کے لیے نہیں پڑھا کہ جہاں زیادہ بولی لگے وہاں بخاری اور صحاح ستہ پڑھائیں۔ یہ دین ہے ٹھیکہ اور سٹیج ڈرامہ نہیں کہ اداکاروں کی طرح ریٹ بڑھاتے رہیں۔ ہماری تربیت ہی یہ ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے ہمارے والد چھپڑ والی مسجد کے خستہ حال مدرسے میں گزشتہ نصف صدی سے پڑھا رہے ہیں۔ کراچی، لاہور، فیصل آباد کے بڑے مدارس نے اعلیٰ گریڈ کی پیش کشیں کیں مگر انہوں نے فرمایا دین کی منڈی نہیں لگانی۔ ہم اللہ کے لیے کام کرتے ہیں، رزق دوڑ کر ہمیں تلاش کرتا ہے۔

قارن صاحب نے کہا ہماری تیسری نسل پروان چڑھ گئی ہے۔ ہم اہالی گوجرانوالہ سے بے وفائی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ مدرسے ریٹ کے حساب سے چلنے لگیں تو دین کا رکھوالا کون ہوگا۔ سوچیے جہاں مفتی عیسیٰ اور آپ اور کئی دوسرے لائق فائق مدرسین دیہاڑی دار کی طرح فارغ کر دیے گئے وہاں ہم پچاس سالہ نصرت العلوم کی خدمات کو طلاق دے دیں۔ خالو جی معذرت ہم آپکی بات نہیں مان سکتے۔ دعا کیجئے اللہ ہمیں یہیں موت نصیب فرمائے۔ اور پھر قارن صاحب واقعی تادم واپسیں ڈیڑھ کمرے کے اسی مکان میں اللہ کے حضور پیش ہو گئے۔ ان کے ماشاءاللہ اٹھارہ پوتے پوتیاں سبھی رزق کھا رہے ہیں۔ یہ ہیں متوکل علماء۔

اہلیہ محترمہ مولانا قاری حبیب احمد عمرؒ

”ہم بہن بھائیوں میں سے بھائی جان زاہد شروع سے ہی سنجیدہ مزاج رہے ہیں، البتہ بھائی جان قارن کے مزاج میں بچپن سے ہی ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس کا نشانہ اکثر ہم چھوٹے بہن بھائی ہی بنتے۔ کبھی کبھار گلی محلہ میں سے بھی کوئی اس کی زد میں آجاتا۔ بھائی جان قارن آج الحمدللہ مسند حدیث پر رونق افروز ہیں اور مدرسہ نصرۃ العلوم میں دورۂ حدیث کے استاد ہیں۔ دونوں بھائی زاہد و قارن اور عم زاد حاجی محمد فیاض تینوں، ابا جی اور چاچا جی کی نیابت کا خوب حق ادا کر رہے ہیں، اللھم زد فزد۔

جب ہم سبق یاد کر رہے ہوتے تو بھائی قارن صاحب اپنی ظرافت طبع سے کوئی نہ کوئی چٹکلہ چھوڑ دیا کرتے۔ ایک مرتبہ جب بھائی جان سورۃ نور کی آیت ”لُجِّيٍّ يَّغْشَاهُ“ یاد کرتے ہوئے بار بار اس آیت کو پڑھتے اور ”لُجِّيٍّ يَّغْشَاهُ“ پڑھتے ہوئے ہمارا منہ چڑا دیتے۔ ہم بہن بھائی جو ان سے چھوٹے تھے، ابا جان سے شکایت کرتے کہ بھائی قارن ہمارا منہ چڑاتے ہیں۔ ابا جی جب سر اٹھا کر دیکھتے تو بھائی پڑھ رہے ہوتے اور ہمیں ڈانٹ پڑ

جاتی کہ وہ تو پڑھ رہا ہے، تم خواہ مخواہ شور کر رہے ہو۔ دھیان سے سبق یاد کرو۔

جب تین چار دن تک مسلسل ایسا ہوتا رہا، نہ بھائی جان منہ چڑانے سے باز آئے اور نہ ہی ہم شکایت کرنے سے تو اباجی کو کچھ شک ہوا۔ اب اباجی چہرہ جھکائے مطالعہ میں مصروف تھے اور ساتھ چپکے چپکے کن انکھیوں سے بھائی جان کو بھی دیکھتے رہے، اور بھائی جان کو معلوم نہ ہوا۔ حسب معمول بھائی نے آیت پڑھی اور ہمارا منہ چڑایا تو اباجی نے فوراً چوری پکڑ لی اور پھر ڈانٹ ڈپٹ کا رخ بھائی جان کی طرف ہو گیا اور خوب ہوا۔" (ماہنامہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیاد: امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، ص 438)

ڈاکٹر فضل الرحمان، جنرل سیکرٹری انجمن نصرۃ الاسلام

خاندان سواتی کا ایک درخشندہ ستارہ استاذ الحدیث جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب گزشتہ پچاس سال سے جامعہ نصرتِ العلوم کے مدرس تھے، آپ نے عرصہ پچاس سال جامع مسجد نور میں امامت کے فرائض سرانجام دیے، آج (آخری دن) بھی فجر کی نماز کی امامت کروائی پہلی رکعت میں سورۃ حشر اور دوسری رکعت میں سورۃ جمعہ کی تلاوت فرمائی، عرصہ 35 سال سے نماز فجر کے بعد درس قرآن پاک کا اہتمام کیا، 56 سال مسلسل رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن پاک مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی، اکثر رمضان المبارک میں اعتکاف کیا، 35 سال مسجد تقوی میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حج اور عمرہ کے علاوہ 17 دینی کتب تحریر فرمائیں۔ آپ محنت، سادگی، تقوی، علم، عمل، اخلاص کے پیکر تھے۔ آج اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اللہ کریم حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔

مولانا ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر

بچپن میں سب سے پہلے ان کے متعلق جو خاص تاثر ماحول میں سامنے آیا، وہ ان کی انتظامی صلاحیت تھی۔ جب ہم نے شعور کی آنکھ کھولی تو وہ مدرسہ نصرۃ العلوم کے ناظم تھے اور اس کے علاوہ خاندان میں ہر خوشی غمی کے موقع پر انتظامات میں پیش پیش ہوتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ بھی ایسے معاملات میں عم مکرم کو ہی اعتماد کے ساتھ ذمہ داری سونپتے تھے۔

حضرتؒ کی تصانیف پہلے ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم سے شائع ہوتی تھیں۔ پھر بعد میں انہوں نے مسودات کی کتابت وغیرہ کے اخراجات ادارے کو ادا کر کے اپنی کتابیں خود شائع کرنے کا فیصلہ کیا تو "مکتبہ صفدریہ" کے نام سے طباعت واشاعت کی ذمہ داری بھی عم مکرم کے سپرد کی جو آخر وقت تک انہی کے پاس رہی اور وہ

اپنے بچوں (خصوصاً برادرم مولانا عبد الوکیل مغیرہ) کی معاونت سے انجام دیتے رہے۔

پھر تعلیم وتعلم کے حوالے سے ان کا تعارف ایک بہت قابل اور پختہ مدرس کے طور پر سامنے آیا۔ ان کی تدریسی قابلیت کے ساتھ ان کی بلند آواز بھی شہرہ رکھتی تھی۔ مدرسے میں داخل ہوں تو لاوڈ اسپیکر کے بغیر بھی انھی کی آواز گونج رہی ہوتی تھی۔ نقلی اور عقلی، دونوں طرح کے علوم مہارت اور گرفت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ ہماری جماعت کو ان سے درجہ سادسہ میں میبذی اور شرح العقائد اور موقوف علیہ میں ہدایہ رابع پڑھنے کا موقع ملا۔ دورہ حدیث کے سال سنن ابی داود کی تدریس ان کے سپرد تھی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی علالت کی وجہ سے ان کے آخری سالوں میں ایک خلا سا محسوس ہونے لگا کہ جن مسلکی و دینی موضوعات پر انہوں نے تصنیف وتالیف کا کام کیا، اس کا تسلسل جیسے ٹوٹ رہا ہے۔ عم مکرم کا طبعی میلان اس وقت تک تصنیف وتالیف کا نہیں تھا، لیکن انھوں نے دادا جیؒ کی تصانیف کی اشاعت کا بیڑہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اس کام کے تسلسل پر بھی ذاتی طور پر توجہ دی اور بڑی محنت سے اسی دائرے میں متعدد تصانیف قلم بند کیں اور اس سلسلے کو بساط بھر جاری رکھنے کی کوشش کی۔

علمی قابلیت اور تدریس وتصنیف کی صلاحیت تو حضرتؒ کی اولاد میں والد گرامی سمیت ہمارے متعدد اعمام کرام کو منتقل ہوئی، البتہ مسلکی ذوق اور مسلکی موضوعات پر تصنیف وتالیف کے تسلسل کی حد تک یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ان کی جانشینی زیادہ تر عم مکرم مولانا عبد القدوس خان قارنؒ کے حصے میں آئی۔ لیکن اس جانشینی کا ایک اور پہلو بھی تھا جو اور کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ وہ مسلکی صلابت کے ساتھ ساتھ اس اعتدال اور شخصی وقار ومتانت کا بھی نمونہ تھے جو حضرت شیخ الحدیثؒ کی شخصیت میں پائی جاتی تھی۔ وہ انھی کی طرح دیوبندی حلقے کی مختلف تنظیموں اور جماعتوں کی یکساں سرپرستی کرتے تھے اور بین المسالک تعلقات میں بھی ان کے ہاں یہی رواداری دیکھنے کو ملتی تھی۔ خاص طور پر والد گرامی کے خلاف بعض مسلکی حلقوں کی مہم بازی کا حصہ بننے سے انھوں نے خود کو بھی الگ رکھا اور اپنے بچوں کو بھی اس کی لپیٹ میں نہیں آنے دیا۔

ان کی وفات سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے علم وتبحر اور انداز فکر کا ہی نہیں، مسلکی اختلافی معاملات میں ان کی متانت وشرافت اور شخصی وقار کا جانشین بھی دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ غفر اللہ لہ ورحمہ رحمۃ واسعۃ۔ آمین

مولانا عبد الجبار سلفی

آج دل غم سے بوجھل اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ ابھی ابھی جمعۃ المبارک پڑھانے کی بابرکت ساعتوں

سے فارغ ہو کر گھر پہنچا ہی تھا کہ ایک دل دہلا دینے والی خبر نے وجود کو ہلا کر رکھ دیا، امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے نہایت فاضل، باکمال اور جلیل القدر صاحبزادہ، حضرت مولانا عبد القدوس خان قارنؒ بقضائے الٰہی اس دنیا سے رخصت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عبد القدوس خان قارنؒ صرف ایک فرد نہیں تھے، بلکہ ایک علمی روایت کے امین، ایک دینی قلعے کے پاسبان اور ایک ایسے چراغ تھے جن کی روشنی نے سینکڑوں دلوں کو ایمان و یقین کی حرارت بخشی۔ آپ کا وجود اپنے والدِ گرامی کی علمی، فکری اور روحانی میراث کا عملی مظہر تھا۔ آپ کا درس و تدریس کا انداز، نصوصِ شرعیہ سے استدلال، فقہ و حدیث پر گہری نظر، اور قلم سے ایسے موتی بکھیرنا کہ پڑھنے والا اَش اَش کر اٹھے۔ یہ سب آپ کی علمی عظمت کے روشن پہلو تھے۔ آپ نے نہ صرف مدارس و جامعات میں تدریس کی خدمت انجام دی بلکہ اپنے قلم سے بھی ملت کو گراں قدر تحفے دیے۔ مولانا قارنؒ کی شخصیت میں ایک طرف علمی وقار، سنجیدگی اور تحقیق کی گہرائی تھی، تو دوسری طرف عاجزی، انکساری اور اخلاص کی چمک تھی۔ شاگرد آپ کو استاذ نہیں بلکہ مربی کہتے، اور اہلِ علم آپ کو ایک جید محقق کے طور پر جانتے تھے۔ آپ کی وفات محض ایک عالم دین کی رخصتی نہیں، بلکہ ایک عہد کا اختتام ہے۔ وہ عہد جس میں علم، عمل اور اخلاص ایک ساتھ نظر آتے تھے۔ آپ کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ مدتوں پُر نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا فضل الہادی، مدرس جامعہ نصرۃ العلوم

پہلی ملاقات اور ابتدائی تاثر: استاذِ گرامی حضرت مولانا حافظ محمد عبد القدوس خان قارن رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات 11 شوال 1416ھ، بروز ہفتہ، 2 فروری 1996ء کو جامعہ نصرۃ العلوم میں ہوئی۔ یہ ظہر کی نماز تھی اور پہلی بار ان کی اقتداء کا شرف نصیب ہوا۔ بعد ازاں 18 شوال سے باقاعدہ دروس شروع ہوئے۔ 19 شوال بروز اتوار حضرت قارن صاحبؒ سے استفادے کا سلسلہ شروع ہوا جو زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہا۔

دروس اور علمی استفادہ: ہمارے اوقاتِ درس کی ترتیب یہ تھی۔

پہلا سبق: تفسیر (پہلے پندرہ پارے) امام اہل السنۃؒ علامہ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے پاس۔

دوسرا سبق: تفسیر جلالین (جلد ثانی) حضرت مولانا محمد یوسف کشمیریؒ کے پاس۔

تیسرا سبق: توضیح وتلویح حضرت مولانا عبد القیوم ہزارویؒ کے پاس۔

چوتھا سبق: دیوان الحماسہ اور محیط الدائرہ حضرت مولانا عبد القدوس خان قارنؒ کے پاس تھا۔

یوں دیوانِ الحماسہ، محیط الدائرہ اور بعدازاں ہدایہ جلد رابع آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا انداز یہ تھا کہ سبق محض پڑھا نہیں دیتے تھے بلکہ ذہن و دماغ پر نقش کر دیتے تھے۔ علم العروض میں جو کچھ سمجھ بوجھ ہمیں حاصل ہے وہ آپ کی کرامت، دعا اور محنت کا نتیجہ ہے۔

ادبِ عربی کا ذوق: ابتدائی طور پر میرا میلان منطق، نحو، صرف، بلاغت اور دیگر فنون کی طرف تھا، ادبِ عربی میں کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ لیکن جب حضرت قارنؒ کی خدمت میں دیوان الحماسہ اور محیط الدائرہ پڑھنے بیٹھا تو دل میں عربی ادب کا شوق پیدا ہو گیا۔

شفقت و تعلق: آپ کا شاگردوں کے ساتھ تعلق سراسر شفقت اور محبت پر مبنی تھا۔ ہر شاگرد کو یہ محسوس ہوتا کہ حضرت کا سب سے قریبی اور خاص تعلق میرے ساتھ ہے۔ یہی آپ کے تعلق اور تربیت کا انوکھا رنگ تھا۔

''عبد'' زندگی کا خلاصہ: حضرت قارنؒ کی ولادت 1371ھ میں ہوئی۔ کمال یہ ہے کہ آپ کے نام کے اعداد کا مجموعہ بھی بعینہٖ 1371ھ بنتا ہے:

محمد = 92۔ عبد = 76۔ القدوس = 201۔ خان = 651۔ قارن = 351۔ کل = 1371ھ۔

یوں آپ کی ولادت کا سال آپ کے نام کے عدد سے ظاہر ہوا۔

وفات کے اعتبار سے آپ 1447ھ میں رخصت ہوئے۔ اگر ولادت کے عدد (1371) پر ''عبد'' (76) کا اضافہ کیا جائے تو بالکل 1447 بنتا ہے۔ یوں پوری زندگی کا خلاصہ ''عبد'' یعنی حقیقی بندگی و عبادت بن گیا۔ آپ کی ابتدا بھی ''عبد'' سے تھی اور اختتام بھی ''عبد'' پر ہوا۔ پورا جملہ یوں ہوگا:

"محمد عبد القدوس خان قارن عَبدٌ " (ترجمہ: محمد عبد القدوس خان قارن، بندگی کا شاہکار۔)

امام بخاریؒ کی حیات سے مثال: امام بخاریؒ کی حیات پر بھی ایک شاعر نے یوں بیان فرمایا ہے:

مِیلادُہٗ صِدقٌ، وَمُدَّۃُ عُمرِہٖ فِیہَا حَمِیدٌ، وَانقَضٰی فِي نُورٍ

ترجمہ: ان کی پیدائش ''صدق'' (194ھ) میں ہوئی، ان کی عمر ''حمید'' (62) تھی اور ان کا وصال ''نور'' (256ھ) میں ہوا۔ اور امام طحاوی کا مادۂ تاریخ پیدائش "مصطفی" (229) ہے، عمر "محمد" (92) اور وفات "محمد مصطفیٰ" (321) ہے۔

اسی طرز پر حضرت قارنؒ کی حیات پر بھی تطبیق نثر کی شکل میں یوں بنتی ہے:

مِیلادُہٗ: "مُحَمَّدٌ عَبدُ القُدُّوسِ خَان قَارِن"، وَمُدَّۃُ عُمرِہٖ فِیہَا: "عَبدٌ"، وَانقَضٰی فِي

"مُحَمَّدٌ عَبدُ القُدُّوسِ خَان قَارِن عَبدٌ"۔

گویا آپ کی پوری زندگی عبادت ہی میں ڈھلی ہوئی تھی۔

آخری ایام اور آخری نماز: یہ محض حسابی اتفاق نہ تھا بلکہ عملی زندگی کا عکس بھی تھا۔ جامع مسجد تقویٰ، پیپلز کالونی میں آپ کے بیانات مختصر مگر جامع ہوتے، اکثر 25 منٹ میں مکمل کر دیتے۔ زندگی کا آخری جمعہ آپ نے سورۃ الکوثر کی تفسیر 35 منٹ میں بیان کی جس میں نماز کی تاکید پر خاص زور دیا۔

بدھ 13 اگست کو جامعہ نصرۃ العلوم میں آخری دروس بھی نماز ہی کے متعلق تھے۔ بخاری شریف میں کتاب العیدین سے 18 ویں باب کے اختتام تک سبق پڑھایا، اور ترمذی شریف میں باب فضل الجماعۃ سمیت تین باب پڑھائے۔ پھر جمعہ 15 اگست کی صبح آپ نے آخری نماز جامع مسجد نور میں پڑھائی:

پہلی رکعت میں سورۃ الحشر کا آخری رکوع (آخرت کی تیاری اور تقویٰ کی تاکید)۔

دوسری رکعت میں سورۃ الجمعہ کا آخری رکوع (نماز کو دنیا و تجارت پر مقدم رکھنے کا حکم)۔

یوں آپ نے اپنی آخری نماز میں امت کو یہ دائمی پیغام دیا: اللہ کا تقویٰ، آخرت کی تیاری، اور نماز کو دنیا پر ترجیح دینا۔ نماز کے بعد بھی ذکر و تسبیح جاری رکھا۔ پھر نماز جمعہ سے پہلے غسل فرمایا، لباس تبدیل کیا اور طہارت و تیاری کی حالت میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

وفات کا لمحہ اور حسنِ خاتمہ کی علامت: آپ کی عین وفات کے وقت جامع مسجد نور کے خطیب اور جامعہ نصرۃ العلوم کے مہتمم، مولانا محمد فیاض خان سواتی، نے اپنی تقریر کا آغاز خطبہ اور تلاوتِ کلامِ پاک سے کیا۔ انہوں نے سورۃ کہف کی دو آیات، نمبر 107 اور 108، تلاوت فرمائیں۔ اتفاقاً تقریر کا موضوع تھا: "حسنِ خاتمہ کی تدابیر"۔ ابھی ابتدائی خطبہ مکمل ہی ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا: "میں ان آیات کی روشنی میں کچھ تدابیرِ حسنِ خاتمہ کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں"۔ اتنے میں حافظ عبد الوحید رانا، نے یہ خبر سنائی کہ استاد قارن صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت محترم صاحب نے تین بار "انا للہ وانا الیہ راجعون" کا ورد فرمایا اور یوں خبر سنائی کہ ہمارے مسجد کے امام صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ آپ کے دیگر بڑے بڑے علمی و تدریسی عناوین کے مقابلے میں، وفات کے وقت آپ کو "مسجد کے امام" کے عنوان سے یاد کیا گیا، جو براہِ راست عبادت اور بندگی سے جڑا ہوا ہے۔ یہ حقیقت آپ کی پوری زندگی کے خلاصے کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ آپ کی زندگی کا حاصل ''عبد'' تھا اور آپ کا

خاتمہ بھی بندگی وعبادت کے لمحے میں ہوا۔ البتہ ہمارے لیے حسرت اور غم کا مادۂ تاریخ یہ ہے:

بَعُدَ مُحَمَّدٌ عَبدُ القُدُّوسِ خَان قَارِن

یعنی: ''محمد عبدالقدوس خان قارن بہت دور (سوئے آخرت) چلے گئے''۔

بَعُدَ = 76۔ محمد = 92۔ عبد = 76۔ القدوس = 201۔ خان = 651۔ قارن = 351۔

میزان = 1447ھ۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی وفات اگست کے دوسرے عشرے کے پہلے جمعہ (11 اگست 1905ء) کو، پہلی اذانِ جمعہ کے بعد ہوئی۔ عجب مشابہت ہے کہ ہمارے مخدوم مولانا قارنؒ کی وفات بھی اگست کے دوسرے عشرے کے پہلے جمعہ (15 اگست 2025ء) کو، پہلی اذانِ جمعہ کے بعد پیش آئی۔

یہ موافقت اور مشابہت محض اتفاق نہیں بلکہ اس میں ایک خاص روحانی اشارہ پوشیدہ محسوس ہوتا ہے کہ اولیاء کرام اور اہلِ حق کی زندگیاں ہی نہیں بلکہ ان کے اوقاتِ رحلت بھی ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ شاید یہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے مقرب بندوں کے مابین ایک باطنی ربط اور سلسلۂ ولایت کا اظہار ہے۔

آخری سبق کے روحانی اشارات اور اختتام مادۂ ''حمد'' پر: امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الجامع الصحیح کی پہلی حدیث کی سند میں اپنے استاد امام ''حمیدی'' سے آغاز کیا ہے، اور آخر میں اپنے شیخ ''احمد بن اشکاب'' کی سند سے حدیث شریف پیش کی ہے۔ دونوں کا تعلق مادۂ ''حمد'' سے ہے۔ یوں کتاب کا آغاز اور اختتام ''حمد'' پر ہوا۔

یہی شان حضرت مولانا قارنؒ کی زندگی اور آخری اسباق میں بھی نظر آئی۔ آپ کو آخری عبارت سنانے والا طالب علم مولوی حامد ہے، جس کا نام بھی ''حمد'' سے بنا ہے۔

خوف سے عید تک: آپؒ نے اپنی تدریسی زندگی میں بخاری شریف کی آخری مکمل کتاب ''کتاب صلاۃ الخوف'' ختم فرمائی۔ گویا یہ اعلان تھا کہ اب خوف کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ اس کے بعد 13 اگست کو کتاب العیدین کا آغاز فرمایا، جس میں دو عیدوں کا ذکر ہے۔ یہ بھی ایک اشارہ تھا کہ آپ اپنی زندگی کے آخری سفر میں ''دو عیدوں'' کی طرف بڑھ رہے ہیں: پہلی عید: برزخی عید۔ دوسری عید: اخروی عید۔

یہ بھی اللہ کی خاص مشیت تھی کہ آپ کی رحلت ایسے ایام میں وقوع پذیر ہوئی کہ اگلا دن 14 اگست، پاکستانیوں کا قومی دن اور قومی عید تھا، اس کے بعد مسلمانوں کی ہفتہ وار عید، جمعۃ المبارک کا دن آیا، اور آپ نے انہی متبرک ساعتوں میں دنیا سے رخصتی اختیار کی۔ گویا آپ کی زندگی بھی عید کے پیغام کی طرح مسرت وراحت بانٹتی

رہی اور آپ کی وفات بھی عید کے ایام کی برکتوں میں ڈھل گئی۔

بخاری شریف کا آخری سبق: آپؒ نے کتاب العیدین کے 18 ابواب پڑھائے اور باب العلم بالمصلّی کے اختتام پر سبق روک دیا۔کل 26 ابواب ہیں، یوں 8 ابواب باقی رہ گئے۔ یہ آٹھ دروازوں والے ٹھکانے "جنت" کی طرف بلیغ اشارہ ہے۔طالب علم نے مکتبۃ البشری کے نسخے سے عبارت سنائی، اور "بشریٰ" کے معنی ہی خوشخبری ہیں۔مزید سبق صفحہ 293 سے شروع ہو کر 301 پر ختم ہوا، جو بالکل 8 صفحات ہیں، آٹھ سے جنت کا ایک اور لطیف اشارہ ہے۔

ترمذی شریف کا آخری سبق: اسی دوران آپؒ نے جامع ترمذی کے آخری صرف تین ابواب پڑھائے۔ یہ تین کا عدد دین کے بنیادی عقائد (توحید، رسالت اور آخرت) کی یاددہانی ہے۔یوں اپنی تدریسی زندگی کا اختتام حضرتؒ نے انہی بنیادوں پر کیا، گویا شاگردوں کو پیغام دیا کہ اب انہی پر جمے رہنا ہے۔

آخری سبق کے چشم دید گواہ: مولوی حامد نے اپنے تاثرات یوں قلم بند کیے: "السلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهُ، استاذِ محترم رحمہ اللہ نے اپنے آخری دروس میں صحیح بخاری (جلد اوّل، مکتبہ البشری) سے کتاب العیدین صفحہ 293 سے آغاز فرمایا اور باب العلم بالمصلّی کے اختتام تک صفحہ 301 تک پڑھایا۔

اسی طرح جامع ترمذی (جلد اوّل، مکتبہ البشری) میں باب ما جاء فی فضل الجماعۃ (صفحہ 132) سے شروع کیا اور "باب ما جاء فی الرجل یصلی وحدہ ثم یدرك الجماعة" کے آخر تک صفحہ 133 تک پڑھایا۔ یہ سعادتِ عظمیٰ بھی فقیر ہی کو نصیب ہوئی کہ دونوں کتب کی عبارات میں نے ہی پڑھ کر سنائی تھیں۔"

یہاں بھی مناسبتوں کے کئی پہلو نکلتے ہیں، تاہم ایک عجیب مناسبت یہ ہے کہ جس شاگرد نے آخری عبارتیں پڑھیں، اس کا نام "حامد" ہے، اور اس کا تعلق بھی "حمد" سے ہے۔یوں حضرتؒ کی تدریسی زندگی کا حسنِ اختتام بھی مادۂ "حمد" پر ہوا۔یوں اپنی تدریسی زندگی کا اختتام حضرتؒ نے انہی بنیادوں پر کیا، گویا شاگردوں کو پیغام دیا کہ اب انہی پر جمے رہنا ہے۔

حضرت قارنؒ کی آخری زندگی اور آخری اسباق کے یہ اشارات ایک مکمل پیغام بن گئے:

☆ خوف ختم ہوا اور خوشی کی بشارت آگئی۔

☆ دو عیدوں کا سفر شروع ہوا: برزخی اور اخروی۔

☆ آٹھ ابواب اور آٹھ صفحات، آٹھ دروازوں کی علامت بنے۔

☆ ترمذی کے تین ابواب، دین کے تین بنیادی عقائد پر جمے رہنے کا اشارہ بن گئے۔

☆ اور اختتام مادہ ''حمد'' پر ہوا۔

یوں حضرت قارنؒ کی پوری زندگی کا حاصل ''عبد'' تھا، اور تدریسی اختتام ''عبادت'' اور ''حمد'' پر ہوا۔

اور جنتیوں کا آخری کلام بھی مادہ ''حمد'' پر مشتمل ہوگا: ''وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ'' اور آخری دعا ان کی یہ ہوگی کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ترجمہ حضرت صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ)

مولانا حافظ خرم شہزاد

امام اہل السنۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند اور استاذِ گرامی حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن گذشتہ دنوں جمعہ کی تیاری کے دوران دل کی تکلیف کے باعث جانبر نہ ہو سکے اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اسی شب دس بجے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت ہوئی۔ ایک جم غفیر ان کے جنازہ میں شریک تھا۔ ان کی اچانک وفات سے ہر وہ شخص متاثر اور غمگین ہوا جن کا ان سے کسی بھی حوالے سے تعلق تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ حضرت قارن صاحب سے وابستہ یادیں ذہن میں اب بھی تازہ ہیں:

☆ میں جب درجہ ثانیہ کے سال جامعہ نصرۃ العلوم زیرِ تعلیم تھا تو اس وقت حضرت قارن صاحب کے پاس کوئی سبق تو نہیں تھا لیکن اس وقت بھی خارجی مطالعہ کا بہت شوق تھا، بالخصوص امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتابیں خریدنا اور ان کا مطالعہ کرنا میری سرگرمیوں میں سے تھا۔

جب معلوم ہوا کہ حضرت امام اہل السنۃ کی کتابیں مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ شائع کرتا ہے اور اس کا سارا اہتمام حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب فرماتے ہیں تو بعض اوقات ان کی رہائش گاہ جو مدرسہ کے اندر ہی تھی اور سیڑھیوں کے ذریعہ وہ اپنے گھر جاتے تو جب میں نے کوئی کتاب خریدنی ہوتی تو پہلے گھنٹی دی جاتی، حضرت تشریف لاتے تو انہیں بتایا جاتا کہ فلاں کتاب خریدنی ہے تو حضرت کتاب کا نام پوچھ کر واپس جاتے اور کتاب سمیت سیڑھیوں سے نیچے تشریف لاتے، کتاب کی قیمت بتاتے اور کتاب عنایت فرماتے۔ یوں اس طرح مجھے زمانہ طالب علمی میں حضرت امام اہل السنۃ کی کئی کتابیں حضرت قارن صاحب رحمہ اللہ سے خریدنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ اس دوران ان کی بے پناہ شفقت بھی میسر آتی۔ ایک دفعہ پوچھنے لگے آپ کس درجے میں پڑھتے ہیں؟

میں نے بتایا درجہ ثانیہ۔ تو فرمانے لگے کہ حضرت شیخ کی کتابیں پڑھتے ہو وہ سمجھ میں بھی آتی ہیں؟

میں نے کہا حضرت ابھی تو اتنی سمجھ نہیں آتی، کوشش کرتا ہوں کہ ان کا کچھ نہ کچھ مطالعہ ہوتا رہے۔ فرمانے لگے چلو یہ اچھا ہے کہ کتابیں جمع کر رہے ہو، عالم بننے کے بعد جب مطالعہ کرو گے تو ان شاء اللہ تب ٹھیک سمجھ آئیں گی۔ بحمد للہ وہ کتابیں آج بھی موجود ہیں اور ان سے اکثر و بیشتر استفادہ ہوتا رہتا ہے۔

☆ دورانِ طالب علمی ایک چیز جو میں نے حضرت قارن صاحب میں دیکھی وہ وقت کی پابندی تھی۔ پورا سال پانچوں نمازیں ان کی امامت میں ادا کرنے کی سعادت ہوئی، فجر کے بعد عوامی درس اور اکثر و بیشتر ان کے اسباق کی سماعت کی سعادت ہوتی۔ نصرۃ العلوم میں واحد ان کا درس تھا جو بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ان کی آواز پوری مسجد میں گونجتی اور ایک عجیب نورانی سماباندھ دیتی۔

☆ کئی سال پہلے اپنے علاقہ کامونکی میں ایک مسجد کی از سرِ نو تعمیر کے بعد مسجد انتظامیہ کی درخواست پر میں نے حضرت قارن صاحب سے وقت کی درخواست کی جو انہوں نے قبول فرمائی اور گوجرانوالہ سے کامونکی تشریف لے گئے۔ اسی تقریب میں حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب بھی مہمان خصوصی تھے، جب ہم مسجد میں پہنچے تو منتظمین نے بتایا کہ ابھی تک میاں اجمل قادری صاحب نہیں پہنچے لہٰذا قارن صاحب کی خدمت میں درخواست کر دیں کہ بیان تھوڑا سا طویل فرما دیں تا کہ حضرت میاں صاحب ان کے بیان کے دوران تشریف لے آئیں۔ میں نے حضرت قارن صاحب کی خدمت میں درخواست کی اور عرض کیا کہ مسجد کی دوبارہ تعمیر ہوئی ہے لہٰذا مسجد کے فضائل پر آپ گفتگو فرما دیں، اگر گھنٹہ گفتگو ہو جائے تو مناسب ہے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت قارن صاحب نے سوا گھنٹہ مسجد کی عظمت و فضیلت اور کردار پر سیر حاصل گفتگو کی جو کہ قابل رشک تھی۔ لیکن سوا گھنٹہ بیان کرنے کے بعد بھی میاں محمد اجمل قادری صاحب تشریف نہ لائے۔ حضرت نے مجھے فرمایا کہ ہاں بھئی! بیان تو کر لیا ہے اب واپسی کرتے ہیں۔ حضرت جونہی مسجد سے نکلے اور جونہی باہر گلی میں داخل ہوئے تو ادھر سے میاں صاحب تشریف لا رہے تھے۔ انہوں نے آتے ہی حضرت قارن صاحب کو زور سے سینے سے لگایا اور اونچی آواز سے کہا "ماشاء اللہ! ابن امام اہل السنۃ تشریف لائے ہیں، ماشاء اللہ"

اور ساتھ ہی حضرت قارن صاحب کا ہاتھ پکڑا اور دوبارہ مسجد میں لے گئے۔ وہاں میاں صاحب نے بیان کیا اور پھر مقامی میزبان کے گھر کچھ دیر کھانے کے لیے بیٹھے رہے وہاں موجود تھے کافی دیر تک مجلس رہی دونوں بزرگوں کا آپس میں عقیدت و محبت دیدنی تھا۔ جب میاں صاحب سے اجازت لے کر ہم واپس گاڑی کی طرف

لوٹے تو میں نے ازراہ تفنن حضرت قارن صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ آپ کی کرامت ہے کہ آپ کے بیان کے بعد میاں صاحب تشریف لے آئے ہیں تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا یہ میری نہیں آپ کی کرامت ہے کہ وہ آپ کے پروگرام میں تشریف لے آئے ہیں۔

☆ ابھی گزشتہ سال جامعہ نصرۃ العلوم کے سالانہ امتحان کے موقع پر حضرت مہتمم جامعہ مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب کا حکم ہوا کہ آپ بھی امتحان کے لیے جامعہ تشریف لائیں، میں حاضر ہوا تو ہر ممتحن کا نام کمپیوٹر سے لکھا ہوا دیوار پر چسپاں تھا جبکہ میرا نام کمپیوٹر کی بجائے قلم (ہاتھ) سے لکھا ہوا چسپاں تھا۔ دورانِ امتحان حضرت قارن صاحب تشریف لائے، ہر ممتحن کی نشست پر خود تشریف لے گئے، سب سے گلے لگ کر ملے، حال احوال اور خیر خیریت دریافت کی، جب میرے پاس پہنچے تو میرا نام دیکھ کر مسکراہٹ بھرے انداز میں فرمانے لگے: ”کیا وجہ ہے کہ سیاسی لوگوں کا نام سب سے ہٹ کر لکھا گیا ہے؟“ میں نے ازراہِ تفنن عرض کیا کہ ”حضرت میرا نام اس لیے سب سے مختلف انداز میں لکھا ہے کہ سیاسی لوگ ذرا راہِ راست سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں“۔

اس بات پر حضرت خوب مسکرائے اور سینے سے لگا کر اپنی دعاؤں سے خوب نوازا۔

☆ حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب رحمہ اللہ کا تصویر اور ویڈیو کیمرے کے متعلق موقف بہت واضح تھا۔ وہ تصویر اور ویڈیو کو نہ صرف ناجائز سمجھتے بلکہ جس مجلس میں تصویر کشی یا ویڈیو کیمرہ نظر آتا تو وقت دینے کے باوجود وہاں تشریف نہ لاتے۔ بعض اوقات دور سے کیمرہ دیکھ کر واپس لوٹ آتے۔ یہ ان کی بنیادی شرائط میں ہوتا کہ اسٹیج پر تصویر کشی اور ویڈیو کیمرہ نہیں ہوگا، جب تسلی کرائی جاتی تب آمادہ ہوتے۔

اس موقف پر وہ ساری زندگی کاربند رہے۔ ایک مرتبہ برادرم حافظ عمر فاروق صاحب نے مرکزی جامع مسجد (شیراں والا باغ) گوجرانوالہ میں ”الحسنات میڈیا“ کے زیر اہتمام علماء دیوبند سیمینار منعقد کیا۔ مہمانانِ گرامی میں حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اور حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب بھی تھے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دینا میرے ذمے تھا۔ دونوں بزرگ اسٹیج پر موجود تھے اور ہم نے طے کیا تھا کہ پہلے مولانا قارن صاحب کا خطاب ہو جائے کیونکہ ان کے خطاب کے دوران ویڈیو کیمرہ بند رہے گا، جب وہ خطاب کر کے تشریف لے جائیں پھر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب خطاب فرمائیں گے اور ویڈیو کیمرہ بھی چلا لیا جائے گا۔ مگر مولانا زاہد الراشدی صاحب نے فرمایا کہ مجھے ایک دوسری جگہ بھی خطاب کے لیے جانا ہے لہٰذا پہلے میرا خطاب ہو جائے۔ ہم نے کہا کہ پہلے مولانا قارن صاحب کا خطاب طے ہے۔

حضرت قارن صاحب رحمہ اللہ بات سمجھ گئے۔ اور فرمانے لگے " یار میری وجہ سے آپ پریشان مت ہوں، پہلے بھائی جان (مولانا زاہد الراشدی) کا خطاب کروائیں، انہوں نے دوسری جگہ جانا ہے، میں تو آپ کے پاس ہوں، میرا خطاب بعد میں ہو جائے گا۔ رہی بات کیمرے کی تو اس کو بھی چلا لیں میں ڈائس کے پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔" ہم نے کہا نہیں حضرت آپ اسٹیج کی کرسی پر ہی تشریف فرما ہوں اور ہم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے خطاب کے دوران بھی کیمرہ بند رکھیں گے۔ پھر حضرت زاہد الراشدی صاحب کا خطاب آڈیو ریکارڈ ہوا ویڈیو نہ بن سکی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے۔ وہ بہت شفیق، ہمدرد اور درد دل رکھنے والے بزرگ تھے۔ ایسے اللہ والے صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی تمام منزلیں آسان کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

مولانا محمد سہیل امین اچھڑیاں، مانسہرہ

سن 2012ء کی ایک خوشگوار یاد آج بھی دل و دماغ میں تازہ ہے۔ 15 رجب 1433ھ بمطابق 4 جون 2012ء بروز پیر جامعہ اشاعت الاسلام کالج دوراہا مانسہرہ میں ہماری دستار بندی کی تقریب منعقد ہوئی تھی۔ یہ صرف ایک تعلیمی تقریب نہیں تھی بلکہ میرے لیے زندگی کا ایک سنگِ میل اور خوشبو سے لبریز دن تھا۔

اس سے ایک روز قبل 3 جون کو فرزند امام اہل السنۃ، استاذِ حدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، حضرت مولانا عبد القدوس خان قارنؒ جامعہ رحیمیہ مانسہرہ تشریف لائے۔ آپ اپنی بڑی ہمشیرہ اُم عدیل عمران کے گھر اچھڑیاں بھی گئے۔ یہ ملاقات بھی نہایت محبت و شفقت سے معمور تھی۔ اسی دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی، شیخ التفسیر مولانا عبد القدوس ہزاروی مہتمم جامعہ اور استاذِ حدیث مولانا فضل الہادی نے حضرت قارنؒ سے گزارش کی کہ وہ جامعہ اشاعت الاسلام کالج دوراہا مانسہرہ کی ختمِ بخاری و دستار بندی کی تقریب میں شرکت فرمائیں۔ اس سعادت کے لیے مجھے حکم ملا کہ حضرت کو اپنے ساتھ لے کر تقریب میں حاضر ہوں۔

حضرت قارنؒ کی بے نفسی اور انکساری: جب ہم اچھڑیاں سے روانہ ہوئے اور کالج دوراہا پہنچ کر جامعہ کی حدود میں داخل ہونے لگے تو مہمانِ خصوصی ہونے کے باوجود حضرتؒ نے اپنی شناخت ظاہر نہ ہونے دی۔ حتیٰ کہ سیکیورٹی پر مامور افراد نے باقاعدہ آپ کی تلاشی لی اور آپ نے ذرا برا نہ مانا۔ اس وقت میرے دل نے گواہی دی کہ یہ شخصیت واقعتاً اہلِ دل، بے نفس اور متواضع ہیں۔ حالانکہ آپ جیسے بزرگ کا مقام یہ تھا کہ ہزاروں لوگ استقبال کے لیے کھڑے ہوں، لیکن آپ نے قدم بہ قدم خاکساری کا عملی مظاہرہ کیا۔

علمی وفکری وضاحت: جلسہ کے اسٹیج سیکرٹری مولانا فضل الہادی صاحب خود تھے۔انہیں جب اطلاع دی گئی کہ حضرت پہنچ گئے ہیں تو پھر حضرت کا والہانہ اور جذباتی استقبال ہوا۔مولانا فضل الہادی نے جامعہ کے فکری ونظریاتی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بطورِ خاص یہ بات عرض کی:

"حضرت! ہم فکری حوالے سے نہ تو رضا خانی ہیں اور نہ چھتروڑی۔"

اس پر حضرتؒ نے تبسم فرمایا اور شفقت سے اس بات کی تائید کی۔ یہ تبسم آج بھی میری آنکھوں کے سامنے تازہ ہے۔

دستار بندی کی خوشی: حضرت قارنؒ کو یہ جان کر مزید مسرت ہوئی کہ یہ صرف ختمِ بخاری کی تقریب نہیں بلکہ ان کے محترم ماموں قاری محمد امینؒ کے بیٹے سہیل امین (راقم الحروف) کی دستار بندی بھی ہے۔جیسے ہی آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے نہایت پر اثر الفاظ کہے جو آج بھی میرے دل پر نقش ہیں۔

آپ نے فرمایا:"میرے لیے یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ آج 63 فاضلین اور 12 مفتیانِ کرام کی دستار بندی کی تقریب میں میرے ماموں زاد بھائی سہیل امین کا نام بھی شامل ہے۔"مزید فرمایا:"شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی،مولانا فضل الہادی اور مہتمم جامعہ حضرت مولانا عبدالقدوس دامت برکاتہم العالیہ کا یہ بڑا احسان ہے کہ انہوں نے مجھے اس بابرکت محفل میں شرکت کی دعوت دی۔ میں نے ابتدا میں محض مروّت اور رسم کے طور پر قبول کیا،لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ میرے ماموں قاری محمد امینؒ کے فرزند کی دستار بندی ہے۔ میرے ماموں میرے صرف ماموں نہیں بلکہ جگری دوست تھے۔ اگر میں آج یہاں شریک نہ ہوتا اور واپس گوجرانوالہ چلا جاتا تو مجھے ساری زندگی افسوس رہتا۔سچ تو یہ ہے کہ آج مجھے اپنے ماموزاد بھائی سہیل امین کی دستار بندی پر جتنی خوشی ہوئی ہے شاید اپنے بیٹے کی تقریب میں بھی اتنی خوشی نہ ہوتی۔"

یہ الفاظ سن کر میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ مجھے ایسا لگا جیسے واقعی حضرت قارنؒ نے اپنی شفقت اور محبت سے میرے سر پر دستِ کرم رکھ دیا ہو۔ یہ تقریب نہایت اخلاص، محبت اور علم و برکت کے ماحول میں منعقد ہوئی۔ حضرت قارنؒ کے پر اثر کلمات نے اس تقریب کو مزید یادگار بنا دیا۔حاضرین کے دل شاداب ہو گئے اور سب نے محسوس کیا کہ یہ دن زندگی بھر نہیں بھول سکیں گے۔

آخر میں دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ اس محفل میں شریک ہونے والے تمام حضرات کی محنت کو قبول فرمائے اور اس ناچیز طالبِ علم کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ بالخصوص دعا ہے کہ فرزندِ امام اہل سنت، استاذِ

حدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارنؒ، جن کی 15 اگست کو وفات ہوئی اور رات دس بجے جنازہ ادا کیا گیا، اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مولانا ڈاکٹر ناصر محمود، پروفیسر یونیورسٹی آف سیالکوٹ

آہ! ایک درخشاں ستارہ علم و فضل کے آسمان سے رخصت ہو گیا۔ ہمارے نہایت معزز، محترم اور مشفق استاذ، حضرت علامہ مولانا عبدالقدوس قارن صاحبؒ، استاذ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، اس فانی دنیا سے ابدی قرارگاہ کی طرف کوچ فرما گئے۔

حضرتؒ میرے وہ استاذ تھے جنہوں نے نہ صرف علم سے نوازا بلکہ ہر موقع پر شفقت و محبت کی بارش فرمائی۔ ان کی نصیحتوں میں حکمت، اندازِ گفتگو میں نرمی، اور شاگردوں کے لیے دل میں بے پناہ محبت ہوا کرتی تھی۔ ان کے سامنے بیٹھنا گویا علم، اخلاق اور روحانیت کے چشمے سے سیراب ہونا تھا۔

ان کی رحلت میرے لیے ذاتی طور پر ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ میں نے ان میں ایک ایسے مربی کو پایا جو شاگردوں کو اپنی اولاد کی طرح چاہتے اور ہر حال میں ان کا بھلا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ استاذ محترم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، اور ہمیں ان کی علمی و اخلاقی وراثت کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مولانا مفتی شمس الدین ایڈووکیٹ

جب ذہن استادِ محترم حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے کی طرف بڑھتا ہے تو انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ زندگی کی کون سی جہت کو سامنے لائے؟ وہ ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت تھے کہ جس پہلو کو بیان کیا جائے، ایک کائنات سامنے کھل جاتی ہے۔ ان کی علمی گہرائی، تدریسی مہارت، کامل مدرس، کتابت کا ماہر، دلائل کا بادشاہ، نصیحتوں کی حکمت، بیان میں قرآن و حدیث سے مثالیں، اخلاق کی گرمی اور مزاح کی چاشنی ہر رخ اپنی مثال آپ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں نقلی و عقلی دلائل کے ساتھ بات سمجھانے کا ایسا سلیقہ عطا فرمایا تھا جو کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ خاص طور پر تدریسِ حدیث میں ان کا انداز بے مثال تھا۔ دورانِ درس کبھی ایسا نہ ہوا کہ محض عبارت پڑھ کر گزر جائیں۔ تھوڑی سی عبارت کے بعد اسکا ترجمہ کرتے اور ساتھ ہی اگر تشریح مطلوب ہوتی تو وہ

بھی بیان کر دیتے ، ہر حدیث کو معانی و مفاہیم کی روشنی میں، ترجمۃ الباب سے لے کر جدید اعتراضات کے جوابات تک، پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے۔ گویا شاگرد یہ محسوس کرتا کہ وہ محض ایک عبارت نہیں بلکہ ایک پورا جہان سمجھ رہا ہے۔

دورۂ حدیث کے زمانے میں وہ علیل تھے، مگر بیماری کے باوجود ان کی آواز میں وہی جلال اور وہی تاثیر قائم رہی۔ کبھی کبھی جامعہ کے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے ہی ان کی پرجوش آواز سن کر پتہ چل جاتا تھا کہ استاد محترم درس فرما رہے ہیں۔ عبارت پڑھوانے میں وہ نہایت سخت تھے۔ شاگرد خوب تیاری کے بغیر ان کے سامنے جرات نہ کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی پرانے فضلاء ان کے اس سختی آمیز لیکن تربیت انگیز انداز کو یاد کرتے ہیں اور اس طالب علم کو بھی یاد رکھا جاتا ہے جو انکی عبارت پڑھتا تھا۔ کبھی ہنسی مذاق کی محفل سجا لیتے، اور کبھی دل میں اتر جانے والی نصیحتیں فرما دیتے۔

بطور ناظمِ جامعہ ان کا رعب اور وقار دیدنی تھا۔ مگر یہ رعب ان کی محبت اور طلبہ کے ساتھ خوش طبعی کے رنگ میں ڈھل جاتا۔ ایک دن بندہ نے استاد محترم سے پوچھا آپ کے نام کے ساتھ قارن کیوں ہے فرمانے لگے وہ وجہ نہ بتاؤں جو کبھی کبھار والد ماجد (سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ) فرمایا کرتے تھے قارن سینگوں والے بکرے کو بھی بولتے ہیں میرا یہ بیٹا مجھ پر جو اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں انکا دفاع کرتا ہے گویا کہ ان اعتراضات کو اپنے سینگوں سے اٹھا کر دور پھینکتا ہے۔

کھانے میں نہاری ان کی پسندیدہ ڈش تھی۔ دورہ حدیث شریف کے لیے جب بندہ نے اپنے استادِ محترم مولانا خالد محمود صاحب استاد جامعہ اشرفیہ کو بتایا کہ میں نصرت العلوم جا رہا ہوں تو وہ مسکرا کر بولے: "بہت خوب! ہم نے سنا ہے کہ پنجاب میں اگر کوئی ایک مدرس ہے تو وہ مولانا عبدالقدوس قارن ہیں۔" کچھ اس طرح کی بات میرے استاد پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر جاوید صاحب نے بھی کہی کہ "مولانا یہ لوگ (زاہد الراشدی و عبد القدوس خان قارن) نایاب ہیں، ان کی قدر کیجئے، کل کو یہ خزانۂ علم ڈھونڈے نہ ملے گا۔"

مجھے یاد ہے کہ جب وہ بیماری کے بعد طویل وقفے سے درسگاہ تشریف لائے تو ان کے صاحبزادے مولانا عبدالوکیل مغیرہ صاحب نے مجھ سے کہا: "استاد جی کو گھر تک چھوڑ دیا کریں، جوتی پہننا بھی ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے وہ بھی دیکھ لیا کریں۔" تب سے جب بھی استاد محترم کو مسجد سے گھر جاتے دیکھتا تو وہاں حاضر ہو جاتا تھا۔ اسی اثنا میں ایک دن طویل کھڑے ہو کر انہوں نے مجھے وکالت کے بارے میں نصیحتیں کیں اور کئی مثالیں بیان فرمائیں۔

بعد میں، بار کونسل کا لائسنس ملنے اور بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں میں اپنے محترم استاد حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملتے ہی سب سے پہلے یہ سوال کیا" کچہری جانا شروع کیا؟" ہم دونوں حضرات سے وہ نہ صرف خوش ہوئے بلکہ ہمیں اپنے گھر لے گئے اور طویل نشست میں علمی وروحانی تربیت سے نوازا۔ ہم جو کام کر رہے وہ سب کچھ پوچھا اور مسرت کا اظہار کیا۔

وفات سے چندہ روز پہلے استاد محترم کے ہاں بندہ کا تذکرہ، مولانا حنظلہ شاہد صاحب فرماتے ہیں کہ "بھائی ابھی چند دن پہلے استاد جی سے ملاقات ہوئی تو مجھے آپ کی جگہ سمجھتے ہوئے صوبائی قانونی مشیر بننے کی مبارکباد دینے لگے مجھے اول تو سمجھ نا آیا کہ کس بات کی مبارک باد پھر جب سمجھا تو استاد جی سے عرض کیا کہ استاد جی وہ میں نہیں بھائی شمس الدین ہیں مجھ سے ایک سال آگے تھے"۔

اگر سوچا جائے تو شاید ہی کوئی مثال ایسی ملے جس میں ایک ہی شخصیت کے اندر اتنے اوصاف جمع ہوں۔ استادِ محترم عبد القدوس خان قارن صاحب یقیناً ان نایاب شخصیات میں سے تھے جن کی یاد محض یاد نہیں، بلکہ ایک عہد کی ترجمان ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ استاد محترم کی کامل مغفرت فرمائیں لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں انکے علمی کاموں کی قدر اور استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

مولانا محمد اسامہ پسروری

پاکستان کی معروف وعظیم دینی درسگاہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن صاحبؒ ایک زندہ کردار اور مخلص استاد تھے۔ علم و اخلاص، سادگی وتقویٰ اور عاجزی و انکساری کی روشن علامت، حضرتؒ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کی رحلت ایک ایسا نا قابلِ تلافی نقصان ہے، جس کی تلافی آنے والے کئی عشروں میں بھی ممکن نہیں۔ حضرتؒ علم، سادگی اور اخلاص کی ایک روشن قندیل تھے، جو بجھ تو گئی، مگر اس کی روشنی اہلِ علم ونسبت کے دلوں کو مدتوں منور کرتی رہے گی۔

حضرت مولانا عبد القدوس قارن خان صاحبؒ گوجرانوالہ کی ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت تھے۔ وہ ریاکاری اور دنیاداری سے پاک، خالص اللہ والے بزرگ تھے۔ ان کی زندگی علم، عمل اور اخلاق کا حسین امتزاج تھی۔ ان کا وجود نہ صرف دینی اداروں، بلکہ پورے خطے کے لیے باعثِ برکت اور رہنمائی تھا۔ راقم کو حضرتؒ سے دو بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا، جو میری زندگی کے نہایت قیمتی لمحات میں سے ہیں۔ پہلی ملاقات جامعہ نصرۃ العلوم

میں ہوئی۔ حضرتؒ ظہر کے بعد سبق پڑھا کر باہر تشریف لائے تو میں نے اپنا تعارف پیش کیا کہ میں مولانا اسحاق صاحب کا بیٹا ہوں اور پسرور سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرتؒ کا یہ سننا تھا کہ نہایت گرم جوشی سے گلے لگا لیا اور نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے ہوئے حال احوال دریافت کیا۔ حضرتؒ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے اور میں جامعہ کے مرکزی گیٹ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ چند لمحوں بعد ایک خادم میرے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا: "استاد جی دروازے پر کھڑے آپ کا انتظار کر رہے ہیں، انہوں نے فرمایا ہے: وہ مہمان کہاں گئے، انھیں گھر لے آئیں۔" میں حیرت کے ساتھ واپس گیا تو واقعی حضرتؒ گھر کے دروازے پر میرے منتظر تھے۔ جیسے ہی میں قریب پہنچا، حضرتؒ نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا: "چلیے، گھر چلتے ہیں۔"

یہ واقعہ ان کی بے لوث محبت، خلوصِ دل اور مہمان نوازی کا روشن مظہر تھا۔ حضرتؒ کا معمول نہایت سادہ، مگر کردار میں عظمت لیے ہوئے تھا۔ اگرچہ دل کے مریض تھے، مگر اپنے کام خود انجام دیتے۔ میں نے دیکھا وہ سارا منظر کہ ایک ہاتھ میں رجسٹر دوسرے ہاتھ سے سہارا لے کر سیڑھیاں چڑھتے۔ بیٹے نے اوپر سے دیکھا اور عرض کیا: "ابا جی، وہیں رکیں میں آتا ہوں۔" تو حضرتؒ نے فرمایا میں خود ہی آجاتا ہوں۔ بیٹے کے اصرار کرنے کے باوجود حضرت نے اسے منع کیا پھر گرجدار کڑک آواز میں فرمایا گویا کہ بوڑھا آدمی ایک دم سے جوان ہو گیا ہو: "میں خود ہی آؤں گا، اوپر ہی رہو... بوڑھوں کو کبھی خود بھی کام کرنے دیا کرو۔" یہ جملہ ان کی خودداری، سادگی اور خود اعتمادی کی اعلیٰ مثال ہے، جو آج بھی دل میں گونجتا ہے۔ جب حضرتؒ کے گھر پہنچے تو جو منظر دیکھا، وہ دنیاوی تزئینات سے پاک، مگر روحانی سکون سے بھرپور تھا۔ ان کا دسترخوان وسیع دل کی مانند کشادہ، اور طبیعت مہمان نواز تھی۔ نشست و برخاست میں سادگی اور روحانیت جھلکتی تھی۔ جو ان سے ایک بار ملتا، وہ ان کا ہو کر رہ جاتا۔ راقم کو ان سے بے حد روحانی سکون حاصل ہوا۔ ان کی عاجزی، بے تکلفی اور محبت نے دل کو مسخر کر لیا۔

ہمارے آباء سے ان کے پرانے تعلقات تھے، مگر جب خود ان سے ملاقات ہوئی تو ان کے اخلاص نے عقیدت کو محبت میں بدل دیا۔ اگر کوئی امام اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی عملی جھلک دیکھنا چاہے، تو حضرت عبد القدوس قارن خانؒ کی شخصیت میں وہ مکمل تصویر نظر آتی تھی۔ ان میں علم و حلم، وقار و سنجیدگی، اور دینی غیرت کا حسین امتزاج موجود تھا۔ ان کی زندگی اکابرِ دیوبند کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھی۔ وہ نہ صرف ان کے علمی وارث تھے بلکہ طرزِ زندگی، سادگی، تقویٰ اور فکرِ دین کے بھی نمائندہ تھے۔ وہ اپنے شاگردوں کو ہمیشہ اکابر سے جوڑنے کی فکر میں رہتے، ان کا تذکرہ محبت سے کرتے، اور ان کے طرزِ عمل کو اپنانے کی ترغیب دیتے۔ حضرت

مولانا عبدالقدوس قارن خان صاحبؒ صرف ایک عالمِ دین، استاد یا شیخ الحدیث نہیں تھے، بلکہ وہ ایک مکتبِ فکر، ایک جیتی جاگتی تاریخ، اور اکابر کے فیضان کا مظہر تھے۔ ان کی زندگی علم، عمل، اخلاق، تواضع، قناعت اور اخلاص کا حسین پیکر تھی۔ وہ ایک ایسا چراغ تھے، جو خود جلتا رہا اور دوسروں کو روشنی دیتا رہا۔ آج وہ ہمارے درمیان موجود نہیں، مگر ان کی تعلیمات، طرزِ عمل، شفقتیں اور نصیحتیں ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، ان کے فیوض و برکات کو تا دیر جاری رکھے، اور ہمیں بھی اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

مولانا محمد عمر عثمانی

خاندان صفدریہ کا درخشندہ چراغ گل ہو گیا، گزشتہ روز وہ لمحہ آ پہنچا جس کا تصور بھی روح کو لرزا دے۔ علم و فضل کا وہ آفتاب، جس نے نصف صدی سے زیادہ اپنے نور سے دین کے افق کو منور رکھا، غروب ہو گیا۔

ہمارے استاذِ مکرم، استاذ الحدیث، مفسرِ قرآن، خطیبِ باکمال، حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارنؒ پچاس برس تک جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کی درسگاہ کو علم و عمل سے روشن رکھنے والا مینار، اور جامع مسجد نور کا وہ امام جس نے نصف صدی تک منبر و محراب سے ایمان کی صدائیں بلند کیں، ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔

زندگی کے آخری لمحوں میں بھی قرآن کی تلاوت سے اپنی دائمی رخصتی کا پیغام دے گئے۔ فجر کی پہلی رکعت میں سورۃ الحشر اور دوسری میں سورۃ الجمعہ پڑھائی...... گویا اپنے رب کے حضور یہ کہہ کر حاضر ہوئے:

"پروردگار! تیرا کلام پڑھتے پڑھتے، تیری یاد میں ڈوب کر، تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔"

پینتیس برس تک نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن کی محفلیں سجائیں، چھپن رمضان المبارک تراویح میں قرآن مجید مکمل سنایا، بیسیوں علمی و فکری کتب تحریر فرمائیں۔ اعتکاف، تقویٰ، منکسر مزاجی اور زہد و اخلاص کا پیکر تھے۔ ہر شاگرد سمجھتا کہ "استاد جی کی محبت سب سے زیادہ میرے لیے ہے"۔ ان کا دل سب کا دل تھا، ان کا تعلق سب سے ایسا کہ گویا ہر ایک ان کا سب سے قریبی ہو۔

وہ دل دہلا دینے والا لمحہ .... رات کے دس بجے کا وقت تھا۔ گوجرانوالہ کی جامع مسجد نور کا وسیع و عریض صحن انسانوں کے جم غفیر سے لبریز تھا۔ صحن ہی نہیں، گیلریاں، چھتیں، گلیاں اور کوچے سب تنگ پڑ گئے۔ دور دور سے علما، شاگرد اور محبان دوڑتے ہوئے آئے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر دل زخمی تھا، ہر زبان پر درود و سلام جاری تھا۔ یہ ہجوم نہیں تھا، یہ محبت کا طوفان تھا۔ یہ جنازہ نہیں تھا، یہ ایک عہد کا سفرِ آخرت تھا۔ گویا علم کی کہکشاں آسمان کی

طرف پرواز کر گئی ہو۔ وہ منظر جس نے دلوں کو چیر دیا .... استاذِ محترم کا جنازہ ان کے بڑے فرزند، مولانا حافظ نصر الدین خان عمر نے پڑھایا۔ اس سے قبل حضرت کے بڑے بھائی، شیخ الحدیث مولانا زاھد الراشدی صاحب نے چند جملے کہے .... مگر وہ جملے تیر بن کر دلوں کو چیر گئے۔ انہوں نے لرزتی آواز اور بھری آنکھوں کے ساتھ کہا:

"آج سے پہلے جب میرے چچا مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہوا تھا تو میں نے اپنے ابا جی مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ کے کان میں کہا: 'ابا جی! آج آپ کی جوڑی ٹوٹ گئی ہے۔' لیکن آج میں اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ ہم بھائیوں کی جوڑی ٹوٹ گئی ہے۔"

یہ الفاظ سنتے ہی ہجوم پر رقت طاری ہو گئی۔ آسمان اشکوں سے بھر گیا، زمین سسکیوں سے لرز اٹھی۔ یہ منظر ایسا دلگداز اور دل فگار تھا کہ جو بھی سن رہا تھا، آنسوؤں کی لہر میں بہہ گیا۔ وہ عاشق کا جنازہ تھا جو دھوم سے نکلا۔ وہ استاد کا جنازہ تھا جس نے تاریخ رقم کر دی۔ صفیں لرز رہی تھیں، اشکوں کے دریا بہہ رہے تھے، اور ہر دل یہ کہہ رہا تھا:

"ہائے! ہمارا سایہ اٹھ گیا، ہمارا سہارا چھن گیا!"

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اے اللہ! ہمارے استاد جی کی قبر کو جنت کا گلزار بنا دے۔ اے اللہ! ان کے درجات بلند فرما، ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرما، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخش دے۔ آمین یا رب العالمین۔

گئے وہ چھوڑ کے محفل، مگر روشنی دے گئے
وہ سوئے خاک میں مگر دل کو زندگی دے گئے

مولانا عنایت اللہ چترالی

استاذ محترم حضرت مولانا عبد القدوس خان قارنؒ کی رحلت محض ایک فرد کے جانے کا واقعہ نہیں، بلکہ علمی و تحقیقی دنیا کے افق سے ایک روشن ستارے کے غروب ہونے کے مترادف ہے۔ ان کی شخصیت میں علم و حلم، شفقت و جلال، وقار و متانت اور باریک بینی والی تربیت سب کچھ جمع تھا۔ وہ صرف استاذ نہیں بلکہ ایک مرشد اور مربی تھے۔ ان کی مجلس میں بیٹھنے والے طلبہ محض عبارتیں نہیں پڑھتے تھے، بلکہ ان کے دل و دماغ میں زندگی گزارنے کے سنہری اصول بھی راسخ ہوتے جاتے تھے۔

پہلا سبق اور انعامِ شفقت: مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ براہِ راست حضرتؒ سے درجہ موقوف علیہ میں "التبیان فی علوم القرآن" پڑھنے کا موقع ملا۔ پھر دورۂ حدیث شریف کے سال میں یہ تعلق اپنے عروج کو پہنچا، جب بخاری

شریف ثانی اور ترمذی اوّل پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ میری زندگی کا نایاب اعزاز ہے کہ حضرتؒ کی کلاس میں بخاری شریف کی مکمل عبارت پڑھنے کی سعادت ملی۔ بخاری شریف کے پہلے درس کا منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب میں نے بخاری شریف کی عبارت حضرتؒ کے سامنے پڑھی تو آپ نے ازراہِ شفقت بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور خوش ہو کر پچاس روپے نقد انعام دیا۔ یہ لمحہ میری زندگی کے قیمتی ترین لمحات میں سے ہے، جس نے استاد و شاگرد کے رشتے کو محبت، اعتماد اور بے تکلفی کی نئی روشنی عطا کی۔

علمی گفتگو اور اعلیٰ ظرفی: حضرتؒ کی اصاغر نوازی اور کشادہ دلی اپنی مثال آپ تھی۔ اہلِ تشیع کے بارے میں موقف پر گفتگو اکثر سبق سے قبل چھڑ جاتی۔ میرا رجحان مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحبؒ کے مؤقف کی طرف زیادہ تھا، مگر حضرت قارنؒ اپنے والد گرامی حضرت امام اہلِ سنتؒ کے دوٹوک مؤقف پر پوری شدت سے قائم تھے۔ اس اختلاف کے باوجود وہ میری بات تحمل سے سنتے اور وقار کے ساتھ اپنے دلائل واضح فرماتے۔ پورے سال جاری رہنے والے اس علمی مذاکرے نے یہ انمول سبق دیا کہ علمی اختلاف کبھی محبت اور تعلق کی راہوں کو تنگ نہیں کرتا، بلکہ انہیں اور زیادہ گہرائی عطاء کر دیتا ہے۔

جلالی شان اور غیرتِ علمی: جہاں حضرتؒ سراپا شفقت تھے، وہیں غیرتِ علمی اور جلال میں بھی اپنی مثال رکھتے تھے۔ ایک دن درس کے آغاز پر ایک طالب علم نے شرارتاً یہ جملہ کہا: ”استاد جی! عنایت اللہ کہتا ہے کہ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ اس حوالے سے امام اہل سنت کا موقف درست نہیں ہے۔“ یہ سنتے ہی حضرتؒ کے چہرے پر جلال چھا گیا۔ فوراً فرمایا: ”پھر اس کو بخاری پڑھنے کا کوئی حق حاصل نہیں!“ یہ کہتے ہوئے انہوں نے کسی اور کو عبارت پڑھنے کے لیے کہا۔ لمحوں کا سکوت طاری ہو گیا۔ آخر کار اسی طالب علم نے وضاحت کی کہ یہ بات اس نے خود نہیں کہی۔ جب میں نے بھی تصدیق کی تو حضرتؒ نے مسکرا کر فرمایا: ”اچھا اچھا...... پھر پڑھو۔“ یہ منظر ہم سب کے لیے تربیت کا ایک عظیم سبق تھا کہ استاد کی نظر صرف عبارت پر نہیں ہوتی بلکہ شاگرد کی فکر پر بھی ہوتی ہے۔

نصیحت جو آج بھی رہنمائی کرتی ہے: دورۂ حدیث کے بعد جب مجھے جامعہ کی لائبریری کی ذمہ داری ملی تو حضرتؒ نے مختصر مگر جامع نصیحت فرمائی: ”کلاس فیلوز سے جامعہ میں زیادہ بے تکلفی نہ رکھنا، کیونکہ بے تکلفی کبھی کبھی نظمِ جامعہ میں خلل ڈال دیتی ہے۔“ یہ جملے میرے لیے نظم و ضبط، ادارہ جاتی وقار اور تعلقات کی حدود میں مددگار ثابت ہوئے۔

آخری علمی لمحات اور لائبریری سے آخری تعلق: 13 اگست 2025ء بروز بدھ، عصر سے قبل، دورۂ حدیث

شریف کے شریک، محمد صہیب بن قاری سیف اللہ جالندھری گوجرانوالہ، جامعہ کی لائبریری میں داخل ہوئے۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پرچی تھی، جو اس نے مجھے پیش کرتے ہوئے کہا: ”حضرت مولانا حافظ محمد عبدالقدوس خان قارنؒ نے یہ پرچی دی ہے۔ انہوں نے یہ کتابیں منگوائی ہیں۔“ میں نے پرچی لی تو اس پر نہایت سادہ اور پاکیزہ انداز میں یہ عبارت درج تھی:

باسمہ تعالیٰ

مکرمی جناب ناظم مکتبہ صاحب! سلام مسنون!

بخاری شریف (اوّل) اور ترمذی شریف میرے نام پر درج کر کے بھیج دیں۔

عبدالقدوس قارن

13 اگست 2025ء

میں نے اسی وقت دونوں کتابیں حضرت کے نام پر جاری کر کے متعلقہ طالب علم کے حوالے کر دیں۔ پرچی میں نے اپنے پاس محفوظ کر لی اور کتابیں باضابطہ طور پر رجسٹر میں درج کر دیں۔

14 اگست کو جامعہ کی تعطیل تھی اور 15 اگست کو حضرت کا وصال ہوا، یوں یہ پرچی اور یہ دو کتابیں حضرتؒ کا لائبریری سے آخری رابطہ اور ان کی زندگی کی آخری تحریر قرار پائیں۔ 15 اگست، جمعہ کی نماز سے قریب، حضرتؒ انتقال فرما گئے۔ رات کو جنازے میں شرکت کے لیے پہنچنے پر جم غفیر جمع تھا۔ جامعہ اور اس کے گرد تنگ گلیاں باوجود اپنی حدود وسعت کے معتقدین کے ہجوم سے لبریز تھیں۔ 16 اگست کو بھی جامعہ تعطیل تھی، مگر 17 اگست اتوار کو لائبریری میں داخل ہونے پر سب سے پہلے وہ پرچی میرے ہاتھ لگی۔ مجھے بڑی افسردگی ہوئی، اور میں پرچی تھامے گم سم بیٹھے اس سوچ میں تھا کہ یہ کیسی عظیم شخصیت کا علمی ذوق اور عزم تھا کہ آخری لمحات تک کتاب وقلم سے جڑے رہے۔ جامعہ کے استاد مولانا فضل الہادی صاحب دام اقبالہ نے اس منظر پر اپنے تاثرات یوں بیان کیے:

”جامعہ کی لائبریری کا ایک افسردہ منظر۔ آج صبح ساڑھے نو بجے کے بعد ہم لائبریری میں داخل ہوئے۔ لائبریری کے ناظم، حضرت مولانا عنایت اللہ چترالی دامت برکاتہم العالیہ، نہایت افسردہ حالت میں ایک پرچی ہاتھ میں لیے، اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ہمیں ان کی کیفیت سے اندازہ ہوا کہ یہ افسردگی کسی اہم پس منظر کی حامل ہے۔ ہم قریب ہوئے تو حضرت نے وہ پرچی دکھاتے ہوئے فرمایا: یہ وہی پرچی ہے جس پر

حضرت نے 13 اگست کو نمازِ ظہر کے بعد مجھ سے یہ کتابیں منگوائی تھیں۔ یہ پرچی بظاہر سادہ سی تحریر ہے، مگر درحقیقت حضرت کے آخری علمی لمحات اور ان کی علمی یادگار کا ایک پرنور حوالہ ہے۔

لائبریری سے تعلق اور علمی خدمات: حضرت قارنؒ کی تدریس کا عرصہ تقریباً پچاس برس پر محیط ہے۔ اس پورے عرصے میں لائبریری کے ریکارڈ سے واضح ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرتؒ نے کوئی کتاب وقت پر واپس نہ کی ہو۔ اگر کبھی کوئی کتاب لائبریری تک نہ پہنچ سکی تو حضرت نے خود نئی کتاب خرید کر جمع کرائی۔ حضرت کا تعلق لائبریری کے ساتھ محض رسمی نہیں بلکہ حقیقی علمی استفادے کا تھا، آپ لائبریری کی ہر کتاب، اس کی جگہ اور ترتیب سے بخوبی واقف تھے۔ اسی محبت اور احترام کی بنیاد پر آپ نے اپنی تصنیف ''رسالہ حمیدیہ شرح رشیدیہ'' کے آغاز میں لائبریری کے منتظمین کے لیے شکریہ کے کلمات درج کیے۔ دیگر تصانیف کے مقدمات میں بھی لائبریری کے تعاون پر اظہارِ تشکر موجود ہے۔

زندگی کا سبق: حضرت کی علمی زندگی اور لائبریری سے تعلق ہمارے لیے ایک عظیم سبق ہے۔ جامعہ کی لائبریری کے باہر نصب نوٹس بورڈ پر اب بھی وہ ڈیٹ شیٹ موجود ہے، جس پر سہ ماہی امتحانات کی تفصیل درج ہے: امتحانات: 26 جولائی 2025ء (ہفتہ) تا 30 جولائی 2025ء (بدھ)۔ نگران اعلیٰ: حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب شیخ الحدیث جامعہ۔ مہتمم جامعہ: حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی۔ ناظم جامعہ: حضرت مولانا محمد منیر صاحب۔ اساتذہ کی ڈیوٹی دو گروپوں میں تقسیم تھی، اور گروپ دوم میں 29 اور 30 جولائی کو ڈیوٹی دینے والے اساتذہ میں سب سے پہلا نام حضرت مولانا عبد القدوس قارنؒ کا درج ہے۔

یوں ان کی آخری امتحانی ڈیوٹی بھی ہمارے سامنے ہے۔ یہ یادگاریں جامعہ کی علمی فضا، حضرت قارنؒ کی علم دوستی اور ان کے آخری علمی لمحات کی روشنی میں ایک یادگار منظر پیش کرتی ہیں۔

ایک زندہ یادگار: آج جب حضرت مولانا عبد القدوس خان قارنؒ ہمارے درمیان نہیں رہے، تو ان کی شفقتیں، ان کا جلال، ان کی نصیحتیں اور ان کا علمی فیضان ہماری یادوں کی زینت ہیں۔ وہ محض ایک استاد نہیں بلکہ ایک زندہ یادگار اور مشعلِ راہ تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنائے، اور ہمیں ان کے علمی ورثے کا سچا امین بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

مولانا مفتی واجد حسین، مفتی جامعہ نصرۃ العلوم

حضرت استادِ گرامی، مولانا حافظ محمد عبد القدوس خانؒ ایک مربی، محقق، مدرس اور محدث تھے۔ آپ کی

پوری زندگی تقویٰ، طہارت اور زہد کا آئینہ تھی۔ آپ امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے اور اپنے بھائیوں میں اپنی انفرادیت اور علمی جلالت کی وجہ سے ایک بے مثال شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔

تدریسی استفادہ: میری علمی استفادہ کی خواہش آپ سے جامعہ نصرۃ العلوم میں داخلہ کے آغاز ہی سے تھی، تاہم باضابطہ تعلق دورۂ حدیث کے سال سے شروع ہوا۔ اس وقت میرے ہم جماعتوں میں مولانا صیغۃ اللہ اور دیگر رفقاء بھی شامل تھے۔ حضرت استاد گرامی مولانا محمد عبد القدوس خان قارن رحمہ اللہ اس وقت جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے سب سے قدیم استاد تھے۔ میں درجۂ موقوف علیہ کا طالب علم تھا کہ ایک دن آپ نے مجھے ارشاد فرمایا: "صحابیؓ کا وہ قول جو قیاس کے دائرے میں داخل نہ ہو، حدیثِ مرفوع کے حکم میں لیا جاتا ہے۔ نخبۃ الفکر سے اس کا حوالہ تلاش کر کے لاؤ۔" میں نے حوالہ تلاش کر کے پیش کیا تو آپ نے بے حد خوشی کا اظہار فرمایا اور خوب حوصلہ بڑھایا۔ دورۂ حدیث میں آپ کے ذمے صحیح البخاری (جلد دوم) اور جامع الترمذی (جلد اول) کی تدریس تھی۔ جامع الترمذی کی جلدِ اول آپ کا مستقل نصاب رہا، جبکہ بخاری شریف میں یہ ترتیب تھی کہ آپ اور حضرت مولانا زاہد الراشدی دامت برکاتہم کے درمیان ہر سال جلدِ اول و دوم کا تبادلہ ہوتا۔ ہمارے سال میں آپ کے پاس بخاری شریف کی جلد دوم تھی۔

اندازِ تدریس: حضرت کے سامنے عبارت پڑھنا آسان نہ تھا۔ آپ کی گرفت غیر معمولی اور مشہور تھی۔ اگر کہیں وقف یا ادائیگی میں کمی آتی تو فوراً متنبہ فرماتے۔ ایک ہی حدیث اگر مختلف ابواب میں آتی تو ہر بار اس کے نئے پہلو اور نکات بیان فرماتے۔ ابتداء میں چند دن عبارت خوانی کسی اور کے سپرد رہی، مگر پھر اللہ کے فضل سے یہ سعادت مجھے نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ کتاب التفسیر میں ایک حدیث کے تحت آیت کے ایک لفظ کی تفسیر جو پہلے گزر چکی تھی اور عام فہم بھی تھی، میں نے اسے پڑھ کر آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ آپ نے فوراً روک کر فرمایا: "وقف پیچھے کرنا تھا" پھر خود اس کی نہایت دل نشین تشریح فرمائی۔

شفقتیں اور لطائف: حضرت خوش طبع اور شگفتہ مزاج بھی تھے۔ کبھی کبھی برجستہ لطائف ارشاد فرماتے۔ ایک مرتبہ فرمایا: "ابتدائی زمانوں میں انسانوں کے قد بہت لمبے ہوتے تھے، پھر گھٹتے گئے، یہاں تک کہ اب یہ قد رہ گئے ہیں" اور اشارہ میری طرف کر دیا۔ طلبہ مسکرا دیے مگر حضرت کی شفقت نمایاں تھی۔

غیر حاضری کے سلسلے میں ایک واقعہ بھی ہے۔ پورے سال میں کبھی غیر حاضر نہ ہوا، مگر ایک دن مہتمِ

جامعہ جانشینِ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی دامت برکاتہم کے سبق کے وقت المارى سے کتاب لینے گیا۔ حاضری میں میرا نام پکارا گیا اور میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے غیر حاضر شمار ہوا۔ میں سبق شروع ہونے سے پہلے ہی واپس آ گیا تھا۔ وضاحت کرتا تو حضرت ازالہ فرما دیتے۔ ہم جماعت طلبہ کے اصرار کے باوجود وضاحت کی ہمت نہ کر سکا اور یوں سالانہ انعام سے محروم رہا۔ البتہ بخاری شریف میں مسلسل حاضری کی بنا پر حضرت استاد محترم نے مجھے اور مولانا عبدالسمیع کو (جن کی کوئی غیر حاضری نہ تھی) اپنے والدِ گرامی امام اہلِ السنۃ کی تمام کتابوں کا ایک ایک سیٹ بطور انعام عطا فرمایا۔

دینی حمیت کی ایک جھلک: حضرت استاد محترم کی علمی غیرت اور دینی حمیت بے مثال تھی۔ تصویر کشی کے بارے میں آپ کا موقف دوٹوک تھا۔ چاہے وہ ڈیجیٹل ہو یا غیر ڈیجیٹل، آپ اسے ناجائز ہی سمجھتے تھے۔ اسی دوران سالانہ ڈائری کے لیے جماعتی تصاویر لی جا رہی تھیں۔ ہمارے ایک ہم جماعت مولانا محمد صہیب گجراتی نے درس گاہ اور مسجد کے اندرونی ہال کی تصویر لینے کے بعد محراب کی تصویر لینا چاہی۔ حضرت مسجد میں تشریف فرما تھے، انہیں گمان ہوا کہ ان کی تصویر لی جا رہی ہے۔ آپ سخت ناراض ہوئے اور ہم سب نے آپ کی جلالی کیفیت کا عملی مشاہدہ کیا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ تصویر آپ کی نہیں لی گئی تو معاملہ صاف ہوا، مگر اس واقعہ نے واضح کر دیا کہ آپ اپنے اصول پر کس قدر ثابت قدم تھے۔ یہاں یہ بات بطور خاص کہنا چاہوں گا کہ حضرتؒ کے چاہنے والے آج ان کی تصاویر وائرل کر رہے ہیں، حالانکہ یہ ان کے موقف کے بالکل خلاف ہے۔

انکساری اور عاجزی: تخصص فی الفقہ مکمل کرنے کے بعد جب میں جامعہ نصرۃ العلوم کے دارالافتاء میں خدمت پر مامور ہوا تو حضرت کی انکساری کا نیا پہلو سامنے آیا۔ مسائل دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی تو فون کرنے یا مجھے بلانے کے بجائے خود دارالافتاء تشریف لاتے اور عام سائل کی طرح سوال کرتے۔ حالانکہ آپ خود بڑے فقیہ تھے اور ہر سوال کا برجستہ جواب دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ بیماری کے باعث روزہ رکھنا مشکل ہو گیا مگر تراویح میں قرآن پاک سناتے رہے۔ اس موقع پر مجھ سے دریافت فرمایا: ”جو شخص عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، کیا وہ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟“

یہ دراصل ہماری تربیت کا ایک انداز تھا۔ رمضان کی آمد پر ہمیشہ دعاؤں کی درخواست کرتے اور دارالافتاء آ کر فرماتے: ”مفتی صاحب! میرے لیے دعا ضرور کیجیے۔“ یہ عاجزی اور تعلق مع اللہ کی روشن دلیل تھی۔

تفسیر ذخیرۃ الجنان پر نظرِ ثانی: حضرت امام اہلِ السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور مفسر قران حضرت مولانا

صوفی عبدالحمید خان سواتی کی تفسیر کے حوالے سے کی علمی دنیا میں ایک خاص پہچان ہے۔

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر معالم العرفان اپنا خاص مقام رکھتی ہے۔ حضرت امام اہل سنہ رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کا وہ نہج جو جامعہ نصرۃ العلوم میں علماء اور طلبہ کو پڑھایا جاتا تھا، حضرت استاد گرامی قارن رحمہ اللہ نے مرتب کرنے کا آغاز کیا تھا اور خاطر خواہ کام ہو گیا تھا، مگر تکمیل سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا۔

اسی طرح امام اہل السنۃ کے پنجابی دروس جو جامع مسجد گکھڑ میں ارشاد فرماتے رہے، انہیں ذخیرۃ الجنان کے نام سے شائع کیا گیا۔ تاہم علمی حلقوں میں اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ جس کا اظہار اہل علم کرتے چلے آ رہے تھے۔ چنانچہ اہل تحقیق کے اس اضطراب کے ازالے کے لیے جانشین امام اہل السنۃ حضرت مولانا زاہد الراشدی دامت برکاتہم العالیہ نے ذخیرۃ الجنان کی نظر ثانی کمیٹی قائم فرمائی جس میں بندہ واجد حسین، استاد گرامی حضرت مولانا ظفر فیاض دامت برکاتہم اور مولانا مفتی فضل الہادی زید مجدہم شامل تھے۔ اس سلسلے میں ہم نے ان کی رہائش گاہ پر ایک خصوصی نشست میں حضرت استاد محترم مولانا عبدالقدوس خان قارنؒ سے خصوصی رہنمائی حاصل کی۔ آپ کے نصائح سے یہ اندازہ ہوا کہ آپ کو اپنے اکابر کی علمی میراث کی حفاظت کا کس قدر شدید احساس تھا۔

تعلقات نبھانے کا انداز: حضرت تعلقات نبھانے میں بھی منفرد تھے۔ نکاح پڑھانے کے لیے جاتے تو بجائے اس کے کہ کوئی تحفہ وصول کریں، خود اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ رقم ضرور دیتے۔ ہمارے گھر آنا جانا بھی رہا۔ جب کبھی ہم دعوت پر بلاتے تو بڑی بے تکلفی سے تشریف لاتے، مگر ہمیشہ ہماری بچیوں کو رقم عنایت فرماتے۔ ایک دن میں نے عرض کیا: ”حضرت! ہم آپ کی خدمت کے شوق میں بلاتے ہیں، مگر آپ ہر بار ہمیں ہی نواز دیتے ہیں۔“ تو مسکرا کر فرمایا: ”میں آپ کو نہیں دے رہا، بلکہ اپنی بچیوں کو دے رہا ہوں۔“

حضرت استاد محترمؒ کی شخصیت جامع صفات تھی۔ یہ چند جھلکیاں ہیں، ورنہ آپ کی زندگی کے بے شمار پہلو ایسے ہیں جو ضبطِ تحریر میں نہیں آ پا رہے۔ آج جدائی کا غم قلم کو ساکت اور دل کو بوجھل کر رہا ہے، مگر ان کی یادیں، شفقتیں اور علمی فیضان ہمیشہ قلوب کو منور کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر کو نور سے بھر دے، درجات بلند فرمائے، ان کے علمی و دینی مشن کو تا دیر قائم رکھے اور ہم سب کو ان کی دعاؤں اور تربیت کے صدقے سے دین پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

مولانا قاری سعید احمد، مدرس جامعہ نصرۃ العلوم

استادمحترم حضرت مولانا قاری عبدالقدوس خان قارن رحمہ اللہ ایک عابد، زاہد، محدث، مربی ومعلم کی مکمل تصویر 15 اگست 2025ء کو علم وعرفان کا ایک چراغ بجھ گیا۔ حضرت استادمحترم جامعہ نصرت العلوم کے استاذ الحدیث، ہزاروں طلبہ کے مربی اور لاکھوں دلوں کے رہبر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی وفات ایک ایسا خلا ہے جو مدتوں پر نہیں ہو سکے گا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اور خوابوں کی تعبیر میں غیر معمولی مہارت عطا فرمائی تھی۔ آپ کا درس بخاری اور ترمذی طلبہ کے دل ودماغ میں رس گھولتا تھا، حدیث کی باریکیوں پر آپ کی گرفت، اسناد کے حوالے سے مضبوط یادداشت، اور فقہی بصیرت سب پر واضح تھی، آپ نے ہزاروں طلبہ کو علم حدیث، اصول تفسیر اور فقہ کی تعلیم دی، آپ کے شاگرد نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں تدریس، دعوت، اور فتوی کے میدان میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت استاذ صاحب کا لباس طرز زندگی گفتگو، سادہ اور شہرت سے کوسوں دور آپ کے تقوی کی زندہ علامت تھی۔ آپ کے شب وروز تعلیم وتعلم درس وتدریس عبادت، تلاوت، ذکر، واذکار، اور تدبر میں گزرتے تھے کسی سے بغض، حسد، یا دنیاوی دوڑ میں شامل ہونا آپ کی فطرت میں نہ تھا۔ آپ کے چہرے سے نرمی، نظر سے حیا، اور زبان سے حکمت جھلکتی تھی۔ طلبہ کے ساتھ شفقت اور بڑوں کے ساتھ ادب، ہمیشہ آپ کی شخصیت کا حصہ رہا، حضرت الاستاذ کا ہر عمل، اخلاص سے لبریز ہوتا، کسی شہرت یا دنیاوی منصب کی تمنا نہ تھی حتی کہ تبلیغی اجتماعات اور بڑے دینی اجتماعات میں شرکت بھی سادگی، خاموشی اور عاجزی سے کرتے۔

آپ محض کتابوں کے استاذ نہ تھے بلکہ دلوں کو جیتنے والے مربی بھی تھے طلبہ کے مزاج کے مطابق سمجھاتے، دعائیں دیتے ان کے اخلاق وروحانیت کی فکر کرتے بہت سے طلبہ آپ کی ایک مسکراہٹ کو زندگی بھر کی دولت کہتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں تدریس کے لیے وقف کیا تقریباً نصف صدی تک آپ نے اس عظیم ادارے میں حدیث وفقہ کی کتابیں پڑھائی راقم الحروف کو بھی 2004ء میں بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنے کا شرف آپ ہی کی شاگردی میں نصیب ہوا۔ آپ کو فقہی بصیرت، محدثانہ تبحر اور دقیق علمی انداز میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ آپ جامع مسجد تقوی پیپلز کالونی میں 35 برس تک خطیب بھی رہے اور جامع مسجد نور میں نصف صدی سے زائد امام رہے۔

حضرت الاستاذ سے میرے تعلقات، محبت، شفقت اور روحانی فیض کا ایک روشن باب، آپ صرف ایک عظیم محدث جلیل القدر استاد اور علوم حدیث کے ماہر نہیں تھے بلکہ وہ اپنے شاگردوں کے لیے سراپا شفقت و محبت بھی تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ علم اخلاص عاجزی اور تعلق باللہ سے مزین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت بخشی کہ مجھے حضرت قارن صاحب رحمہ اللہ جیسے عظیم استاد کی شاگردی نصیب ہوئی آپ ہمیشہ شفقت و محبت سے مجھے نوازتے اور خاص طور پر حضرت قاری صاحب کہہ کر مخاطب فرماتے یہ انکساری اور محبت کا وہ انداز تھا جس پر میں اکثر شرمندہ ہو جاتا کہ اتنی بڑی شخصیت میرے مربی اور حدیث کے استاد مجھ ناچیز کو اتنے ادب سے بلاتے ہیں۔

استاد محترم میرے گھر بھی کئی بار تشریف لائے بیسیوں پروگراموں میں مجھے آپ کی معیت قربت اور راہنمائی میسر آئی ان مجالس میں اکثر مجھے تلاوت قرآن کریم کی سعادت بھی ملتی اور آپ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے میری تلاوت پر تبصرہ فرماتے راہنمائی کرتے اور اوقات دلنشیں ن الفاظ میں حوصلہ افزائی بھی فرماتے ایک بار فرمایا آپ تلاوت میں مدات اور غنات کی برابری کا خاص خیال رکھتے ہیں ورنہ اکثر قرا اس میں کوتاہی کرتے ہیں آپ قراءت کی باریکیوں کو خوب سمجھتے ہیں کیونکہ آپ صرف اسٹیج کے قاری نہیں بلکہ مدرس بھی ہیں یہ کلمات میرے لیے نہ صرف خوشی بلکہ تجدید عزم کا ذریعہ تھے، حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے مجھے تجوید و قراءت کے میدان میں پیش قدمی کے لیے مسلسل حوصلہ دیا۔

ایک یادگار واقعہ عزیزم حافظ محمد خزیمہ خان سواتی نے روایت کیا جو میرے لیے باعث فخر ہے غالباً 2007ء میں ایک قراءت اور خطاب پر مشتمل پروگرام کوئٹہ میں منعقد ہوا جس میں حضرت قارن صاحب رحمہ اللہ اور استاد مکرم جانشین مفسر قرآن مولانا محمد فیاض خان سواتی مہتمم جامعہ نصرت العلوم بھی شریک تھے۔ پہلے تلاوت کا سیشن تھا جس میں قاری محمد ابراہیم کاسی سمیت کئی قراء شریک تھے۔ محفل کے اختتام پر مہمان خانہ میں حضرت قارن صاحب رحمہ اللہ نے میزبان سے فرمایا اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ محفل قراءت بھی ہے تو ہم اپنا قاری سعید نصرت العلوم سے ساتھ لاتے پھر آپ کو پتہ چلتا قاری کسے کہتے ہیں۔ یہ جملے میری زندگی کا سرمایہ ہیں ایک استاد کا اپنے شاگرد کے لیے ایسا فخر ایسی محبت اور اتنی عزت واقعی کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔

آپ کی وفات کی خبر مجھے مکہ مکرمہ میں مطاف کے اندر ملی تو روح کانپ اٹھی اور دل پر یہ خبر ایک بجلی بن کر گری بلاشبہ یہ نقصان صرف ایک فرد کا نہیں ایک عہد ایک روایت اور ایک قافلے کا تھا علماء طلبہ اور آپ سے عقیدت رکھنے والے ہر شخص کے دل پر یہ خبر ایک بجلی بن کر گری اللہ تعالیٰ ہمارے اس مربی اور استاذ محترم کی مغفرت فرمائے

اور ان کے درجات کو جنت میں بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے علم کو صدقہ جاریہ بنا دے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

مولانا بلال فاروقی

سن 2008ء کی بات ہے، جب میں دار العلوم خلفائے راشدین، ویسہ (اٹک) میں پڑھ رہا تھا۔ سالانہ جلسے کے لیے مرکزی خطاب کے لیے مولانا عبدالقدوس قارن صاحب سے درخواست کی گئی تو انہوں نے فوراً قبول فرمالیا۔ نہ کسی گاڑی کی فرمائش، نہ ہی لفافے کی خواہش۔ ایسا لگا جیسے واقعی علمائے کرام بھی "پیکج فری" آسکتے ہیں۔

مولانا صاحب گوجرانوالہ جی ٹی روڈ سے پشاور جانے والی بس میں بیٹھ گئے اور فون پر مدرسے والوں کو اطلاع دے دی: "میں فلاں وقت تک کامرہ پہنچ جاؤں گا، آگے سے کوئی بندہ راہنمائی کے لیے آجائے۔" اب مدرسہ والوں نے یہ ڈیوٹی ہمیں سونپ دی، یعنی مجھے اور میرے دوست اکرام الحق کو کہ ایک کیری ڈبہ لے کر جاؤ اور مولانا کو لے آؤ۔ مسئلہ یہ تھا کہ ہم دونوں نے مولانا کو کبھی دیکھا نہیں تھا۔ سو ہر بس رکتے ہی آنکھیں گاڑی میں سے اترنے والے ہر سواری پر یوں جمی ہوتیں جیسے پولیس ناکے پر شناختی چیک ہو رہا ہو۔ کچھ ہی دیر میں اکرام نے ایک شخص کو دیکھتے ہوئے کہا: "یار، یہ ایسا نہیں لگ رہا جیسا گاڑیوں میں پھکی بیچنے والے ہوتے ہیں؟"

میں نے غور کیا تو سامنے ایک نہایت سادہ شلوار قمیض پہنے، اسی رنگ کے کپڑے کی ٹوپی لگائے، ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ تھامے ایک شخصیت کھڑی تھی جو ادھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اکرام کو گھورتے ہوئے کہا: "اوئے پاگل! یہ تو خود مولانا ہیں۔"

ہم آگے بڑھے، سلام کیا، بیگ لیا اور کیری ڈبے میں بٹھا کر روانہ ہو گئے۔ پورا راستہ بے تکلفی سے بات چیت چلتی رہی۔ وہ ہم سے ہمارے سبق پوچھتے رہے اور ہم ان سے ان کے والد گرامی مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے واقعات سنتے رہے۔ ہاں، ویسہ گاؤں کی ایک الگ ہی خصوصیت ہے: وہاں کی سڑکوں پر ہر تین چار میٹر کے بعد ایسا جمپ بنایا گیا ہے کہ گاڑی تو دھیمی ہو ہی جاتی ہے، مگر گاڑی کے اندر بیٹھے افراد کی ہڈیاں بھی الگ سے جمپ لگاتی ہیں۔ مولانا کافی دیر برداشت کرتے رہے، پھر مسکرا کر بولے: "بھائی! یہ جمپ ختم ہونے کے بعد کہیں سڑک بھی آئے گی یا سارا گاؤں ہی قلابازیاں کھلاتا ہے؟"

خیر، مولانا بخیر و عافیت پہنچ گئے، نہایت وقیع خطاب فرمایا اور جیسے عام بس پر آئے تھے، ویسے ہی واپس تشریف لے گئے۔ علم تو پہلے ہی متاثر کن تھا، لیکن ملنے کے بعد ان کی سادگی، بے تکلفی اور اپنائیت نے دل کو گرویدہ

کرلیا۔الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ میں قیام کے دوران کئی بار ملاقات ہوئی، ہمیشہ شفقت سے ملے اور دعائیں دیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے، ان کے اہلِ خانہ، استاذ گرامی مولانا زاہد الراشدی اور تمام برادران کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔آمین

حافظ حفظ الرحمٰن راجپوت (سیالکوٹ)

وقت کا پہیہ اپنی رفتار سے چل رہا ہے، مگر بعض دن ایسے آجاتے ہیں جو تاریخ پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ 15 اگست 2025ء، بروز جمعۃ المبارک، ایسا ہی ایک دن تھا جب دنیائے علم و دین کا درخشندہ چراغ، جلیل القدر عالمِ دین، استاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحبؒ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔ یہ سانحہ محض ایک شخصیت کا غم نہیں، بلکہ پورے علمی و دینی معاشرے کا مشترکہ دکھ ہے۔

حضرت قارن صاحبؒ کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا تھا جنھوں نے اپنی پوری زندگی قرآن و سنت کی خدمت، علم کے فروغ اور ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کے لیے وقف کر دی۔ وہ بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ، محقق، خطیب اور مربی تھے۔ آپ نے جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کی نظامت و تدریس کے ذریعے ہزاروں طلبہ کے دلوں کو علم و حکمت کی روشنی سے منور کیا۔ ان کی محنت کا ثمر یہ ہے کہ آج دنیا کے مختلف گوشوں میں ان کے تربیت یافتہ شاگرد دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

ان کی سب سے نمایاں خدمت امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی علمی میراث کی تکمیل اور حفاظت ہے۔ انہوں نے اپنے بزرگ کی نا تمام تصانیف کی تدوین و تکمیل کا جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا وہ رہتی دنیا تک ان کے نام کو زندہ رکھے گا۔ حضرت قارن صاحبؒ کی خطابت دلوں کو مسخر کر لینے والی تھی۔ ان کے بیان میں سچائی کی قوت اور استدلال کی پختگی جھلکتی تھی۔ وہ پیچیدہ مسائل کو نہایت سادگی اور محبت کے ساتھ پیش کرتے، اور سننے والے کے دل میں دین کی محبت بٹھا دیتے۔

ان کی شخصیت زہد، قناعت اور انکساری کا پیکر تھی۔ ہم رنگ لباس، سادہ طعام، اور اپنے اکابر و شاگردوں سے بے مثال محبت یہ سب اوصاف ان کی زندگی کا خاصہ تھے۔ بڑے سے بڑا عالم بھی ان کے سامنے عاجزی محسوس کرتا، اور چھوٹے سے چھوٹا طالب علم ان کی مجلس میں سکون پاتا۔

حضرتؒ نے ختمِ نبوت، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ، شریعت بل اور مسجد نور کی تحریک سمیت تمام دینی جدوجہد میں اپنا کردار ادا کیا۔ آپ کسی ایک جماعت کے پابند نہ تھے بلکہ امتِ مسلمہ کے ہر درد کو اپنا درد سمجھتے۔ یہی وجہ ہے

کہ ہر مکتبِ فکر کے علما وطلبہ آپ کو یکساں عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ان کی وفات پر جو مناظر دیکھنے میں آئے وہ دل کو لرزا دینے والے تھے۔ جنازے میں شریک ہجوم اس حقیقت کی گواہی دے رہا تھا کہ یہ رخصتی صرف ایک عالم کی نہیں بلکہ علم وتقویٰ اور اخلاص وخدمت کے ایک عہد کی ہے جو مٹی کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ بطور شاگرد، میرا دل اس غم سے لبریز ہے کہ ہم اپنے محسن، اپنے مربی اور اپنے چراغِ راہ کو کھو بیٹھے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ اطمینان بھی ہے کہ حضرتؒ کی دعائیں، ان کی تعلیمات اور ان کا فیض تا حیات ہمارے ساتھ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عبد القدوس قارنؒ کو غریقِ رحمت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور ہمیں ان کے علمی وروحانی نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

چھپن برس دیا چراغِ قرآں کو جلا کے،
ہر دل کو نور بخشا تلاوت سنا کے۔

ہر سال تراویح میں سنایا کلامِ رب،
رُوحیں تھیں جھومتیں تیری لحنِ خوش ادا کے۔

پینتیس برس دیا منبر کو اجالا،
جمعے کی صدا میں تھا بیداری کا پیغام والا۔

استاذ الحدیث تھے، فقیہِ باکمال تھے،
کئی کتابوں کے مصنف، علم کا جمال تھے۔

ہزاروں علما کے تم تھے استاذِ محترم،
تیرے فیض سے کھلا تھا علم کا ہر اک حرم۔

تیری محفلیں تھیں گلشنِ دیں کی خوشبوئیں،
تیرا درس تھا اجالوں کی روشنی کے مثل نوائیں۔

اے مولانا قارن! یہ خدمات رہیں گی زندہ،
تیرا نام رہے گا تا قیامت بلند و تابندہ۔

مولانا محمد عثمان بیگ فاروقی

بے شمار دینی اور تگد نیوی خوبیوں اور کمالات سے مزین شخصیت، سادگی تقوی اور حق پرستی کی جیتی جاگتی تصویر، علم وعمل کا حسین امتزاج، تاحیات خود کو اللہ کے گھر اور قال اللہ اور قال الرسول کی حسین روایت سے جوڑے رکھنے والے عظیم ترین شخص، فرزند امامِ اہلسنت، حضرت استاذ الحدیث، استاذ العلماء حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب گزشتہ پچاس سال سے جامعہ نصرت العلوم کے مدرس تھے آپ نے عرصہ پچاس سال جامع مسجد نور میں امامت کے فرائض سرانجام دیے وفات کے دن بھی فجر کی نماز کی امامت کروائی پہلی رکعت میں سورۃ حشر آور دوسری رکعت میں سورۃ جمعہ کی تلاوت فرمائی عرصہ 35 سال سے نماز فجر کے بعد درس قرآن پاک کا اہتمام کیا 56 سال مسلسل رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن پاک مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی اکثر رمضان المبارک میں اعتکاف کیا 35 سال جامع مسجد تقوی میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ متعدد بار حج اور عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی، تقریباً 17 علمی تحقیقی اور دینی کتب تحریر فرمائیں۔ آپ محنت، سادگی، تقوی، علم وعمل اور اخلاص کے پیکر تھے۔ 2001ء میں مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں مجھ ناچیز کو حضرت استاذ جی سے حدیث شریف کی دو عظیم الشان کتب صحیح بخاری جلد اول اور سنن ترمذی جلد اول پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بحمد اللہ تعلیم سے فراغت کے بعد بھی مجھے ان کی محبتیں اور شفقتیں حاصل رہیں۔ ان کے ساتھ بہت سی خوبصورت اور حسین یادیں وابستہ ہیں۔ اللہ کریم استاذ جی کے درجات بلند فرمائیں آمین ثم آمین یارب العالمین.

صاحبزادہ سلمان حمید قریشی بن مولانا عبد الحمید قریشیؒ

کل 16 اگست کو اشاعت التوحید والسنت گوجرانوالہ کے وفد میں نصرۃ العلوم حاضر ہوا اور استاد العلماء عالم باعمل استاد المدرسین استاذ الحدیث حضرت مولانا عبد القدوس خاں قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ایک باوقار

با اخلاق صاحب علم وبصیرت اور انتہائی مشفق شخصیت) کی وفات پر ان کے صاحبزادے حضرت مولانا نصرالدین عمر خان اور چچا زاد بھائی مہتمم جامعہ نصرت العلوم استاد العلماء عالم باعمل حضرت مولانا فیاض خان سواتی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ سے اظہار تعزیت کیا۔ یقیناً حضرت کی وفات ایک بہت بڑا سانحہ ہے، حضرت استاد الحدیث مولانا عبدالقدوس قارن صاحب کی وفات نہ صرف تشنگانِ علوم کے لیے بلکہ خود بڑے بڑے مدرسین بڑے بڑے مفتیان کرام کے لیے بھی بہت بڑا نقصان دہ مرحلہ ہے۔ نصف صدی تدریسی خدمات سے اہل علم کو مختلف علوم سے سیراب کرنے والی اس شخصیت کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ دعا ہے اللہ رب العزت حضرت کو جنت میں بلند جگہ دے آمین

مولانا مفتی احسان احمد حسینی

آج دل غم سے بوجھل اور آنکھیں نم ہیں، ہمارے استاذِ مکرم، مفسر و محدث، عاشقِ قرآن و سنت استاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارنؒ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ وہ ایسی عظیم ہستی تھے جن کی پوری زندگی خدمتِ دین، قرآن وسنت کی اشاعت اور امت کی تربیت میں گزری۔

مجھے 2010ء سے 2014ء تک ان سے علم حاصل کرنے کا شرف ملا۔ استاذِ محترم مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں چند منٹ بیٹھتے، اور یہی قیمتی لمحات میرے لیے سوالات کرنے کا وقت ہوتے۔ میں کوئی علمی سوال اٹھاتا اور وہ نہایت شفقت وحکمت سے مختلف پہلوؤں کے ساتھ جواب دیتے، جس سے میرے علم میں بے پناہ اضافہ ہوتا۔ انہی ایام میں مجھے ان سے تفسیر بیضاوی، مختصر المعانی اور بخاری شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ انکی کتب میں امتحان میں پوزیشن حاصل کرنے پر دی جانے والی کتب آج بھی میری لائبریری کی زینت ہیں زمانۂ طالب علمی سے ہی مجھے دیگر مذاہب کے مطالعے اور مناظرانہ انداز میں گفتگو کرنے کا شوق رہا۔

2013-2014 میں ایک باضابطہ گروپ بنالیا تھا، جس میں ہم مختلف مذاہب پر دلائل دیتے۔ اکثر یہ ذمہ داری مجھے ہی اٹھانی پڑتی۔ ایک موقع پر جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا ریاض خان سواتیؒ نے سب اساتذہ وطلبہ کو جمع کر کے اعلان کیا کہ آج قادیانی مسلم مناظرہ ہوگا۔ مجھے قادیانی مبلغ بنا دیا گیا، جب کہ مولانا ساجد کلیم آف گوندلوانہ اور مفتی عدنان صاحب کو مسلم مناظر مقرر کیا گیا، اور حضرت مولانا عبدالقدوس قارنؒ کو فیصل بنایا گیا۔ میں بڑے اعتماد اور چالاکی کے ساتھ قادیانیت کے دلائل دیتا، ساتھ ہی مربیان کی ایکٹنگ بھی کرتا۔ یہ منظر دیکھ کر استاذِ مکرم سمیت تمام حاضرین مسکرانے لگے۔ حضرت مفتی اقبال صاحب اور ناظمِ اعلیٰ تو اس قدر ہنسے کہ منہ پر رومال رکھنا پڑ گیا۔ جب مناظرہ ختم ہوا تو استاذِ مکرم نے ہمیں خصوصی طور پر سراہا، مجھے قریب بلایا اور

دعاؤں سے نوازا۔ساتھ یہ نصیحت فرمائی:

"بیٹا! جب بھی کسی مذہب کے ماننے والے سے مناظرہ کرنا تو ہمیشہ احترام کے ساتھ گفتگو کرنا۔"

یہ نصیحت میرے دل پر ہمیشہ کے لیے نقش ہوگئی۔اس دن کے بعد جب بھی ملاقات ہوتی تو مجھے پیار سے "شیخ الاسلام" کہہ کر بلاتے۔خوشی اور غم کے ہر موقع پر فون کر کے حوصلہ دیتے۔ماہ اگست میں مجھے ہارٹ اٹیک ہوا بیماری میں بھی دعاؤں سے نوازتے رہے۔میرا ان سے تعلق محض ایک شاگرد کا اپنے استاد سے نہیں تھا، بلکہ محبت، شفقت اور علم وحکمت کا ایک ایسا رشتہ تھا جو آج بھی میری روح کو گرماتا ہے۔زمانہ طالب علمی میں میں ان کے درس میں بیٹھنا، ان کی مسکراہٹ دیکھنا اور ان کی حکیمانہ باتیں سننا میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔

ایک یادگار واقعہ جو آج بھی میرے دل کو سرشار کر دیتا ہے، وہ بخاری شریف کے سبق کے دوران پیش آیا۔استاذ محترم نے ایک دن یہ حدیث مبارکہ پڑھائی:"إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا، أَوْ يُلْعِقَهَا"(جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں صاف نہ کرے یہاں تک کہ انہیں خود چاٹ لے یا کسی اور سے چٹوا لے۔)حدیث ختم ہوئی تو میرے دل میں ایک شرارت آمیز شوق پیدا ہوا کہ اس پر عملی طور پر بھی عمل کیا جائے۔میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اگلی بار استاذ محترم کے ساتھ کھانے کی دعوت میں ضرور اس سنت پر عمل کریں گے۔اور پھر موقع آ ہی گیا۔

ہم سب نے ایک دعوت رکھی اس میں استاذِ محترم تشریف لائے۔کھانا چل رہا تھا اور میں اس انتظار میں تھا کہ کب کھانا مکمل ہو اور میں اپنی بات رکھ سکو۔جیسے ہی مجھے محسوس ہوا کہ استاذ محترم کھانے سے فارغ ہونے والے ہیں، میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا:"حضرت! آج اس حدیث پر عمل کرنا ہے۔میں نے آپ کی انگلیاں چوسنی ہیں۔"یہ سنتے ہی استاذِ محترم ہنس دیے اور محبت بھرے انداز میں فرمانے لگے:"اصل شیخ الاسلام تو تم ہی ہو، کوئی موقع جانے نہیں دیتے!"پھر مجھے وہ سعادت نصیب ہوئی کہ میں نے استاذ مکرم کی کھانے سے تر انگلیاں چاٹ کر اس حدیث پر عمل کیا۔میرے بعد یہی عمل حضرت مولانا عبدالباسط طیب، مولانا ساجد کلیم، مفتی عدنان اور دیگر دوستوں نے بھی کیا۔اس لمحے استاذ محترم کی مسکراہٹ دیدنی تھی۔ان کے چہرے پر خوشی اور محبت جھلک رہی تھی اور ماحول میں ایک عجیب روحانی سرور پیدا ہو گیا تھا۔

یہ واقعہ بظاہر ایک ہلکا سا منظر تھا مگر اس میں استاد وشاگرد کی محبت، علم کی برکت اور سنتِ رسول ﷺ کے ساتھ عملی وابستگی جھلکتی تھی۔آج وہ استاد ہم میں نہیں رہے لیکن ان کی مسکراہٹ، ان کی شفقت اور ان کے یہ

نایاب لمحات ہماری یادوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔حضرت استاذِ مکرم کی پوری زندگی خدمتِ دین کا روشن نمونہ تھی، ان کی علمی و عملی زندگی، زہد و تقویٰ اور استقامت ہر طالب علم کے لیے مشعلِ راہ ہے۔آج وہ عظیم مربی، مصلح اور داعی ہم میں نہیں رہے، مگر ان کی دعائیں، نصیحتیں اور علمی خدمات ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

اللہ رب العزت استاذِ مکرم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے درجات بلند کرے ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے انکی دعاوں سے حصہ عطاء فرمائے آمین یارب العالمین

مولانا حافظ فضل اللہ راشدی

حضرت مولانا محمد عبد القدوس خان قارنؒ، امام اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے لائق فرزند اور آپ کے علوم و افکار کے امین تھے، آپ نے نہ صرف اپنے عظیم والد کے قائم کردہ علمی و فکری محاذوں کو سنبھالا بلکہ اپنی تصنیفات، تحقیقات اور وعظ و نصیحت کے ذریعے انہیں مزید آگے بڑھایا، رافضیت، تجدد پسندی، انکارِ حیات الانبیاء اور دیگر باطل نظریات کے رد میں حضرت قارنؒ نے جس استقامت اور بصیرت کے ساتھ دیوبندیت کی نمائندگی کی وہ ہمیشہ یادرکھی جائے گی آپ کی علمی مجالس میں تفقہ، آپ کے بیانات میں اخلاص اور آپ کی شخصیت میں عجز و شفقت نمایاں تھی، انسان کی زندگی کے صفحات میں کچھ لمحات ایسے آتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے دل و دماغ پر نقش ہو جاتے ہیں، میرے لیے ان حسین لمحات میں نہایت قیمتی یادیں وہ ہیں جو حضرت مولانا محمد عبد القدوس خان قارنؒ سے ملاقاتوں اور ان کی شفقتوں سے وابستہ ہیں، حضرت استاد محترمؒ سے پہلی ملاقات 10 جون 2009ء کو ہوئی میں عمر کے ساتویں سال میں تھا، خبر ملی کہ حضرت مولانا محمد عبد القدوس خان قارنؒ گوجرانوالہ سے جامعہ بنوریہ مانسہرہ تشریف لا رہے ہیں، اور صبح کا ناشتہ جامعہ اشاعت الاسلام کے مہتمم حضرت مولانا عبد القدوس ہزاروی صاحب کے ہاں کریں گے۔

میری خوش قسمتی رہی کہ میرے چچا جان حضرت مولانا عبد الہادی صاحب کی شفقت ہمیشہ شاملِ حال رہی مُلک کے اکابر جہاں بھی تشریف لاتے وہ ہمیں ضرور وہاں لے جاتے اس دن بھی انہوں نے صبح سویرے کہا: فضل اللہ کو تیار کرو، گوجرانوالہ سے ہمارے استاد محترم آرہے ہیں، میں چچا جان کے ساتھ جامعہ پہنچا۔ حضرت، مہتمم صاحب کے گھر ناشتہ فرما رہے تھے اور ان کے بھتیجے مولانا محمد احسن خدامی صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے، ناشتہ کے بعد حضرتؒ جامعہ تشریف لائے طلبہ دو صفوں میں کھڑے تھے اور حضرت قارنؒ بیچ سے گزر رہے تھے چچا جان نے تعارف کروایا: یہ مولانا فضل الہادی صاحب کا بیٹا ہے، حضرت قارنؒ نے شفقت فرماتے ہوئے مجھے گود میں

اٹھایا اور پیار دیا، میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا اسی موقع پر میرے والد صاحب نے منبر سے اعلان فرمایا کہ حال ہی میں میری دو کتابیں تکمیل کو پہنچی ہیں درجہ سادسہ میں علم العروض والقوافی کی متن الکافی اور یہ فن میں نے حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن صاحب ہی سے سیکھا ہے، اور دورہ حدیث شریف میں داخل نصاب امام طحاوی کی شرح معانی الآثار ان دونوں کتابوں کا آخری سبق ہمارے گوجرانوالہ سے تشریف لائے ہوئے ہمارے مہمان اور استاد محترم پڑھائیں گے، متن الکافی کی آخری عبارت مولانا محمد حسین ہزاروی نے پڑھی، طحاوی شریف کا اختتامی سبق بھی حضرت قارنؒ نے پڑھایا، جامعہ اشاعت الاسلام سے فراغت کے بعد حضرت قارنؒ جامعہ بنوریہ للبنات مانسہرہ تشریف لے گئے، مجھے بھی چچا جان کے ہمراہ وہاں پہنچنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ منظر نہایت روح پرور تھا؛ ایک بڑا مجمع موجود تھا اور مختلف اہلِ علم کے خطابات جاری تھے۔

آخر میں میرے والدِ گرامی حضرت مولانا فضل الہادی نے حضرت قارنؒ کو خطاب کی دعوت دینے سے قبل مانسہرہ کے نوجوان عالم مولانا قاری عبدالباسط کو مائیک پر مدعو کیا انہوں نے نہایت دلنشین لہجے میں والدِ گرامی کا تحریر کردہ عربی قصیدہ پیش کیا جس نے محفل کو کیف و سرور سے بھر دیا، بعدازاں والد صاحب نے حضرت استاذِ مکرم قارنؒ کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے فرمایا: حضرت امام اہلِ سنتؒ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن آپ کے فرزندان اُس عظیم علمی وفکری وراثت کے امین اور ترجمان ہیں حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن نے اپنے والدِ گرامی کے قائم کردہ تمام محاذوں کو نہایت استقامت کے ساتھ سنبھالا ہوا ہے خواہ وہ قادیانیت کا فتنہ ہو، متجددین کے انحرافات ہوں، رافضیت کا محاذ ہو، ناصبیت کی گمراہی، اہلِ حدیث کی تشدد پسندی کا رد ہو، بریلوی مکتبِ فکر کا غلو ہو یا مماتی فکر کے شبہات حضرت نے ہر محاذ پر دیوبندیت کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کیا ہے آپ کی تصنیفات، تحریرات، تحقیقات، وعظ و نصیحت اور بیانات سب اسی حق گوئی و استقامت کے آئینہ دار ہیں، جب والدِ گرامی نے تعارف کے دوران مماتیت کا لفظ استعمال کیا تو علماء کے چہروں پر خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت قارنؒ نے انکارِ حیات الانبیاء جیسے نہایت حساس مسائل میں بھی جراتمندانہ اور مدلل موقف اختیار کیا اور ہمیشہ حق کو واضح فرمایا، بعدازاں حضرت قارنؒ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر نہایت پراثر درس دیا۔ علماء، طلباء، خواتین، طالبات، عالمات اور عامۃ الناس سب ہی اس درس سے بے حد متاثر ہوئے اور محفل کا رنگ یکسر بدل گیا۔

دوسری ملاقات حضرت استاد محترمؒ سے 8 فروری 2013ء کو ہوئی جب شیخ الکل حضرت مولانا عبد

القیوم ہزارویؒ کا انتقال ہوا تھا حضرت قارنؒ گوجرانوالہ سے ہمارے گھر تشریف لائے اور کچھ دیر آرام فرمایا، حضرت مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ کا جنازہ نمازِ جمعہ کے بعد تمبر کولا میں تھا حضرت قارن صاحبؒ کے فرزند قاری حافظ شمس الدین خان طلحہ بھی ہمراہ تھے ناشتہ کے دوران میری دونوں بہنوں (جن کی عمریں اس وقت چھ اور چار سال تھیں) نے حضرت قارن صاحبؒ کو قرآنی عربی کی گردانیں سنائیں، حضرت نے خوشی کا اظہار کیا اور انہیں سات سو روپے انعام دیا اس کے بعد حضرت نے جامع مسجد ابراہیم باغ لمبی ڈھیری میں (جہاں والد صاحب خطیب تھے) جمعہ پڑھایا خطاب فرمایا، خطبہ دیا اور نماز پڑھائی، بعدازاں جنازے میں شرکت کے لئے چچا جان حضرت مولانا عبدالہادی صاحب کے ہمراہ موٹر سائیکل پر تشریف لے گئے، مجھے بھی حضرت ہزارویؒ کے جنازہ میں چچا عبدالشکور صاحب کے ساتھ شرکت نصیب ہوئی، اور دیگر مشائخ کے ساتھ ساتھ حضرت قارن صاحبؒ کا پراثر تعزیتی بیان سنا۔

2017ء میں جب ہم گوجرانوالہ منتقل ہوئے تب میں درجہ ثانیہ میں تھا تو حضرت قارنؒ کی شفقتیں اور قریب سے زیارت کرنا مقدر بنا، ہر ملاقات میں نئے زاویے سے ان کی محبت اور توجہ دیکھنے کو ملتی، انہی ایام میں ایک یادگار موقع یہ بھی آیا کہ ایک جمعہ کے دن حضرت کے گھر جانا ہوا، کافی دیر تک ملاقات رہی، بار بار خود اُٹھ کر کھانے پینے کی چیزیں لاتے۔ میں نے مؤدبانہ عرض کیا: "حضرت! آپ تکلیف نہ فرمائیں۔" مگر حضرت اپنی عادت کے مطابق خود ہی چیزیں لاتے رہے۔ یہ ان کی عاجزی وشفقت کا بے مثال مظہر تھا، اور دلچسپ بات یہ ہوئی کہ اس دن میرا سر بالکل منڈا ہوا تھا تو مسکرا کر پنجابی میں فرمایا: عمرہ کر آیا ایں دسیا وی نئیں؟

اس کے بعد استاد جی کی شفقتوں کا سلسلہ جارہ رہا آخر کار یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ میں نے حضرت سے ہدایہ جلد رابع، بخاری شریف جلد ثانی اور ترمذی شریف جلد اول پڑھنے کا شرف پایا، یہاں یہ بات بھی میرے لیے باعثِ فخر ہے کہ میرے والد گرامی نے بھی حضرت سے ہدایہ جلد رابع 1997ء میں یہیں پر پڑھنے کا شرف حاصل کیا تھا اس طرح علم واستفادہ کی یہ روایت والد سے بیٹے تک منتقل ہوئی، حضرت کا معمول تھا کہ ہر سال کے آغاز میں پہلی درسگاہی نشست تعارفی ہوا کرتی تھی دورہ حدیث کے آغاز میں بھی جب یہ نشست ہوئی تو ایک ایک طالب علم سے تعارف پوچھتے رہے جب میرا نمبر آیا تو میں نے کہا: نام فضل اللہ حضرت نے دوبارہ پوچھا: نئیں صحیح ناں دس! میں نے پھر کہا: فضل اللہ، تیسری بار حضرت نے فرمایا: نئیں راشدی وی نال لا کہ دس! پھر ہنستے ہوئے کہا: ہُن ٹھیک دسیا ایں! یہ الفاظ پنجابی میں حضرت کی محبت اور شگفتگی کے ساتھ ادا ہوئے جو ہمیشہ یاد رہیں گے حضرت کی

شفقت کا ایک اور پہلو یہ بھی تھا کہ کلاس میں سبق کے دوران بات سمجھانے کے لئے اکثر میرا نام لے کر مثال دیا کرتے بسا اوقات والد صاحب کا بھی نام لیا کرتے اور جب دیہاتی علاقہ کی مثال دینی ہوتی تو ہمارے آبائی وطن ”آلائی“ کا نام لیا کرتے، جس سے مجھے حضرت کی قربت کا خاص احساس ہوتا

حضرت قارنؒ تصویر کے سخت خلاف تھے اور ہمیشہ اس کی ممانعت فرمایا کرتے تھے میں جب ہمارے دادا جان اور والد گرامی کی عمرہ کے سفر سے واپسی ہوئی تو اس دن (8 فروری 2023ء) جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں حضرات شیخینؒ سیمینار منعقد ہوا ہمارے گھر میں حضرت قارنؒ، ان کے برادرِ بزرگ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اور دوسرے بھائی حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب تینوں تشریف فرما تھے، تو کسی نے وہاں حضرت قارنؒ کی تصویر بنا کر اپ لوڈ کر دی، اس بات پر حضرت نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہم نے وہ تصویر ختم کروائی، جب بخاری شریف یا ترمذی شریف کے سبق میں تصویر کا ذکر آتا تو حضرت مزاحیہ انداز میں میری طرف دیکھ کر فرمایا کرتے: اینیں تے ھک پیالی چائے پیا کہ میری فوٹو کچھی سی، یہ جملہ وہ بارہا محبت بھرے انداز میں دہراتے گویا اپنی ناپسندیدگی کو بھی ایک لطیف مزاح اور شفقت میں ڈھال دیتے تھے، جب بھی کسی پروگرام میں جانا ہوا استاد جی مجھے فرماتے دیہان رکھیں کوئی فوٹو نہ بناوے۔ حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی علم و استقامت اور خدمتِ دین سے عبارت تھی، ان کی وفات بھی قابل رشک ہوئی جمعہ کا دن اور بوقت جمعہ ان کے پوتے نے بتایا کہ جب آخری لمحات شروع ہوئے تو ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا دو مرتبہ کلمہ شہادت دوسری مرتبہ کلمہ شہادت مکمل ہوا تو انکھیں بند ہوگئی اور روح پرواز کر گئی، ان کی یادیں، ان کی باتیں اور ان کی مٹھاس دل کو ہمیشہ تازگی عطا کرتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت قارنؒ کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اور ہمیں ان کے علوم، اخلاص اور برکات سے ہمیشہ فیضیاب رکھے آمین۔

محمد طیب، گوجرانوالہ

مولانا عبدالقدوس خان قارن رحمہ اللہ اس دنیا سے چلے گئے۔ بچپن سے اب تک جو نمازیں ادا کی ہیں ان میں سب سے زیادہ انہی کی اقتداء میں ہوں گی۔ وہ مسجد جہاں آپ کا بچپن گزرا ہو اور جو قراءت آپ نے بچپن سے سنی ہو اس سے ایک جذباتی سا لگاؤ ہوتا ہے۔ ایسا ہی تعلق جامع مسجد نور اور قارن صاحب کے ساتھ ہے۔ اس مسجد کے صحن میں سکہ اچھال کر اس کے ساتھ دوڑنا اور کبھی یونہی دوستوں کے ساتھ دوڑتے ہم اتنے بڑے ہو گئے کہ وہ دوڑ تیز قدموں میں بدل گئی جو مسجد کے دوسرے کنارے پر موجود وضو خانے کی طرف ہوتی تھی۔

مجھے وہ شام یاد ہے جب ہم کھیل ختم کرتے لیٹ ہو گئے تو گھروں میں نماز پڑھنے کا پلان کینسل کرواتے میں نے دوستوں کو بتایا کہ التحیات اگر جماعت کے ساتھ مل جائے تو سمجھو باجماعت نماز ہوگئی۔ یوں ہم جلدی میں دوڑتے مسجد پہنچے وضو کیا اور صف میں آ کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ ہی رہے تھے کہ اتنے میں قارن صاحب کی سلام پھیرنے کی آواز بلند ہوئی اور ساتھ ہی ہماری ہنسی بھی چھوٹ گئی۔ مسکراہٹ کے ساتھ نماز مکمل کر کے بڑوں کی تیکھی نظروں سے بچتے ہم باہر آ کر خوب ہنسے کہ "تسی پڑھ لو التحیات"

قارن صاحب کو ہم نے بچپن سے باوقار دیکھا، آمین پر متانت، لباس کھلا ڈلا اور اسی کپڑے سے سلائی شدہ ٹوپی پہنے امامت کے لیے آتے۔ مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے حوض والے برآمدے میں آخری ستون کے پیچھے سنتیں ادا کرتے اور مدرسے میں قیام پذیران کے چند شاگرد اکثر ان کے پاس آ بیٹھتے۔ اس ستون سے تیسرا ستون ہمارا پکا ٹھکانہ ہوتا تھا اور ادھر نماز مکمل کر کے بیٹھنے کا الگ ہی سکون ملتا تھا۔

فجر کے بعد درس قرآن دیا کرتے تھے اور رمضان کے مہینے میں اس مجلس کی الگ ہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ مجھے گرمیوں کی ایک دوپہر کا وہ لمحہ بھی یاد ہے جب میں ظہر کے لیے لیٹ ہو گیا تو اپنی نماز ادا کر کے نکل رہا تھا تو مسجد کے برآمدے میں دورہ حدیث کی کلاس چل رہی تھی اور قارن صاحب اپنے مخصوص لہجے میں ایک حدیث کی سند بیان کر رہے تھے کہ عن فلاں ابن فلاں عن فلاں۔۔۔۔اور راویوں کے تذکرے کے بعد الفاظ ادا کیے کہ "قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو ایک لمحے کے لیے یوں لگا کہ میں ماضی میں پہنچ گیا ہوں اور کتاب میں جو بولا جا رہا ہے وہ میں اسی محفل کے پاس سے گزرتے سن رہا ہوں۔

ساری عمر انہوں نے دین کی خدمت کی اور آخری وقت بھی نماز جمعہ پڑھانے کی تیاری میں جان آفرین کے سپرد کر دی۔ ان کا چلے جانا ان کے پسماندگان خاص کر ان کے بیٹے اور ہمارے بہت اچھے دوست شمس الدین خان طلحہ ان کے شاگرد اور مقتدیوں کے لیے نا قابل تلافی خلاء ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے اہل و عیال کو صبر جمیل عطاء فرمائیں۔ آمین

مولانا حسنین معاویہ ہاشمی فاروقی

ہاتھ لکھنے سے قاصر، زبان بولنے سے تھرتھرائی، دل و دماغ سوچنے سے عاری ہو چکے کہ لکھوں تو کیا لکھوں، سوچوں تو کیا سوچوں، شروع کروں تو کہاں سے؟

کیونکہ شیخین کے گلشن میں بہار شیخینؒ کے بعد پھر لوٹی تھی، کچھ اثرات جو شیخینؒ نے چھوڑے تھے، جنکی

باغبانی شیخینؒ نے کی تھی، جن کو تعلیم و تربیت شیخینؒ نے دی جو تھی، جو کئی سوچوں کے محور تھے، جو کئی دماغوں کے ترجمان تھے، جو شیخینؒ کے حقیقی پاسبان تھے، جو چلتے تو شیخینؒ کا انداز لگتے، جو بولتے تو شیخینؒ کی زبان لگتے، جو حلقہ تدریس میں ہوتے تو شیخینؒ کی جھلک لگتے، جو ممبر و محراب میں ہوتے تو شیخینؒ کے ترجمان ہوتے۔

جو تحریک جامع مسجد نور میں اک پہاڑ سے بھی مضبوط تھے، جو تدریس میں اپنی مثال آپ تھے، جو تحریر میں اپنے شیخین کے جانشین تھے، کہ جیسے حضرات شیخینؒ نے باطل کا رد کیا تو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے جانشین استاذ الحدیث حضرت مولانا علامہ عبد القدوس خان قارنؒ نے بھی اسی انداز، اسی جذبے، اسی رعب و دبدبے کے ساتھ ڈنکے کی چوٹ پر باطل کا رد کیا۔ ہمیشہ تقریر و تحریر کا میدان ہو یا عملی میدان ہتھکڑیوں بیڑیوں کا، بنا کسی ہچکچاہٹ کے ہر میدان میں پیش پیش رہے۔ نصف صدی تک مسند تدریس اور مسند امامت پر فائز رہ کر ہمیشہ حق گوئی و بے باکی سے حق کا پرچار کرتے رہے۔ اصلاح امت کیلئے اپنی بساط سے بڑھ کر کام کرنے والی شخصیت، سادگی اور تقویٰ کمال کا تھا، اخلاص اور عمل بے مثال تھا، ذہانت و فطانت بھی اللہ نے کمال کی عطا فرمائی تھی۔ خطابت کا انداز بھی نرالا تھا۔

آہ! شیخین کے گلشن کی اِک بہار اور چلی گئی۔ وہ بہار جس سے جامعہ میں ایک رونق تھی، جامعہ کا حسن تھا، جن سے جامعہ بھرا بھرا لگتا تھا۔ جو جامعہ کی خوشبو تھے، جن کی چال ڈھال سے جامعہ مہکتا تھا، جن کی محبت سے شیخین کے گلشن میں بہار تھی، جن کو دیکھنے سے آنکھیں ٹھنڈی اور دل پرسکوں ہو جاتا تھا، جن کے ملنے سے راحتِ قلب و جان ملتا تھا، جن کی ملاقات میں انداز محبت جداگانہ تھا اور اُن کی مجلس سے اٹھنے کا دل ہی نہ کرتا تھا۔ یوں لگتا کہ اب وقت میں اتنی سستی آئے کہ وقت گزرے بھی نا اور حضرت سے یوں ہی بے تکلف گفتگو جاری رہیں اور اس گفتگو میں پھولوں جیسی باتیں مسلسل چلتی رہیں اور مجلس کو چار چاند لگے رہیں، محفل لگی رہے۔ استادِ محترم کے سامنے دوزانوں بیٹھا رہوں اور قیمتی ملفوظات کو سمیٹتا رہوں، اپنی زندگی کو سنوارتا رہوں، اپنی عقیدت و محبت کو استاد محترم کے قدموں پہ نثار کرتا رہوں اور یونہی زندگی گزر جائے۔ مگر ایسا ہوتا کب ہے؟ ہوگا کیسے یہ تو ناممکن اور بے محال بات ہے۔ قدرت نے کو کچھ اور ہی قسمت میں لکھا ہے۔ رب کا قانون تو کچھ اور ہے کہ تنگی کے بعد آسانی ہے اور آسانی کے بعد تنگی ہے۔ گویا کہ کبھی تو خوشی ہوگی اور کبھی غم ہونگے، نہ تو صدا خوشی رہے گی کہ انسان کی جو چاہت ہو وہی ہو، اور نہ ہی صدا غم ہونگے کہ انسان مایوس ہو کر رہ جائے۔

15 اگست 2025ء بروز جمعۃ المبارک دن کو مصروفیت کے باعث اور سروس نا ہونے کی وجہ سے

بروقت مجھے اطلاع نہ مل سکی اور رات کے تقریباً 9 بجے گھر کے دروازے پر ہی پہنچا تھا کہ موبائل کی گھنٹی بجی۔موبائل اوپن کیا تو واٹس ایپ کافی دوستوں کے میسج آئے ہوئے تھے کہ استاد محترم مولانا عبدالقدوس خان قارن صاحب داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ہاتھ کانپنے لگے، پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی کہ اچانک یہ کیسے ہوا۔فوراً دل میں ارادہ بنایا کہ جنازے میں شرکت کروں، تو اگلا میسج ملا کہ 10 بجے جامعہ نصرت العلوم میں جنازہ ادا کیا جائیگا۔اب تو سوائے افسوس اور ندامت کے میرے پاس کچھ نہ بچا۔کیونکہ ایک گھنٹے میں کشمیر سے کیسے گوجرانوالہ پہنچا جا سکتا تھا۔ اب دل بے سکون سا ہو گیا۔اور استاد محترم کی وہ شفقت جو اپنے بچوں جیسی تھی دماغ میں گھومنے لگی۔وہ کلاس کے منظر نظروں کے سامنے آنے لگے۔وہ جداگانہ انداز تدریس سوچوں میں گھومنے لگا کہ اب وہ محبت وشفقت وہ والد محترم جیسے مہربان ہمیں چھوڑ کر کے چلے گئے ہیں۔انا اللہ وانا الیہ راجعون

اللہ پاک استاد محترم کی تمام حسنات کو قبول فرمائے اور آپ کی اولاد کو اور تلامذہ کو آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے، تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔اور میرے مادر علمی گلشن شیخین کو تا قیادت شاد و آباد فرمائے اور جتنے بھی اساتذہ کرام دنیا سے چلے گئے اللہ سب کی کامل مغفرت فرمائے اور جتنے بھی اساتذہ کرام زندہ ہیں، اللہ پاک انھیں صحت وسلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائیں۔آمین

مولانا مفتی محمد عمران

محققِ کبیر، حضرت علامہ، محدثِ جلیل، خطیبِ بلیغ، مربی و مصلحِ ملت، جامع مسجد نور کے امام، اور نصف صدی تک منبر ومحراب سے دین کی روشنی پھیلانے والے، حضرت مولانا عبدالقدوس قارنؒ ایسی علمی وروحانی شخصیت تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی قرآن وسنت کی خدمت اور امت کی رہنمائی میں وقف کر دی۔

علم وفضل کی دنیا کے افق پر کچھ ہستیاں ایسی طلوع ہوتی ہیں جن کی روشنی نسلوں تک قلوب واذہان کو منور کرتی ہے۔ یہ وہ چراغ ہوتے ہیں جو اندھیروں میں اجالا پھیلاتے ہیں اور اپنے جانے کے بعد بھی یادوں اور نقوش کی صورت میں زندہ رہتے ہیں۔انہی تابناک شخصیات میں سے ایک نمایاں نام حضرت مولانا عبدالقدوس قارنؒ کا ہے، جو ایک جلیل القدر عالمِ دین، مخلص رہنما اور نصف صدی تک امامت وتدریس کے منصب پر فائز رہنے والے بزرگ تھے۔آپ ایک ایسے عظیم علمی خانوادے کے چشم وچراغ تھے جس نے برصغیر کے علمی ودینی میدان میں ہمیشہ رہنمائی کا کردار ادا کیا۔آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ مفسرِ قرآن اور عظیم مجاہدِ ختمِ نبوت تھے۔آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا زاہد الراشدی دامت برکاتہم شیخ الحدیث، ممتاز

اسلامی اسکالر اور عالمی سطح پر دینی وفکری رہنمائی کرنے والی شخصیت ہیں۔مولانا عبدالقدوس قارنؒ نے بھی عاجزی وانکساری کی چادر اوڑھ کر اپنے بڑوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہی راہ اپنائی، جو دین کی خدمت اور آخرت کے خزانے کو حاصل کرنے کی راہ ہے۔

آپ نے جامع مسجد نور میں پچاس برس تک امامت کے فرائض سرانجام دیے۔نصف صدی تک محراب ومنبر سے امت کو قرآن وسنت کی تعلیم دینا کوئی معمولی سعادت نہیں جمعہ کے خطبات ہوں یا روزمرہ کی مجالسِ اصلاح، درسِ قرآن ہو یا مسائلِ شریعت کی رہنمائی ہر موقع پر آپ نے علم، تقویٰ اور اخلاص کا چراغ جلایا۔آپ کے الفاظ دلوں کو بدل دیتے، آنکھوں کو اشکبار کر دیتے اور ذہنوں کو حق کی طرف مائل کر دیتے تھے وقت کے بڑے بڑے استاد آپ سے رہنمائی لینے میں فخر محسوس کرتے لاکھوں کے ماتھے کا جھومر تھے تعلیم وتدریس میں بھی آپ کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔آپ نے بے شمار شاگردوں کو زیورِ علم سے آراستہ کیا۔آپ کا مقصد صرف علم پڑھانا نہیں تھا بلکہ طلبہ کے دلوں میں تقویٰ، خشیت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راسخ کرنا تھا۔آپ کی شخصیت کے زیرِ اثر کئی شاگرد نہ صرف عالم بنے بلکہ دین کے سچے خدمت گزار بنے۔

آپ کی زندگی کا ہر پہلو ایک مثالی رنگ لیے ہوئے تھا۔سادہ طبعیت، عاجزی، صبر، قناعت اور مخلوقِ خدا کی بے لوث خدمت آپ کی پہچان تھی۔محفل ہو یا تنہائی، آپ ہمیشہ مسکراہٹ کے ساتھ ملتے، ہر شخص کو اپنا سمجھتے اور اپنے رویے سے دلوں کو جیت لیتے۔آج جب ہم آپ کی جدائی پر سوگوار ہیں تو دل کہہ اٹھتا ہے کہ ایک چراغ بجھ گیا، ایک سایہ ہٹ گیا اور ایک عہد اپنے اختتام کو پہنچا۔مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسی شخصیات اپنے جانے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں۔ان کی دعائیں، ان کا علم، ان کی خدمات اور ان کے نقوش ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔

مولانا عبدالقدوس قارنؒ نے اپنی ساری زندگی جس اخلاص اور جانفشانی سے دین کی خدمت کی، وہ دراصل آخرت کے اس خزانے کی تیاری ہے جو اللہ کے مقبول بندوں کے لیے ہے۔ان کے جانے کے بعد پیدا ہونے والا خلا برسوں پورا نہ ہو سکے گا، مگر ان کی یادیں، تعلیمات اور دعائیں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔اللہ تعالیٰ استادِ محترم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

مولانا قاری عنایت اللہ، بٹگرام

بخدمت اقدس حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

حضرت ناظم تعلیمات جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے شفیق ومحترم استاد حضرت مولانا محمد عبد القدوس خان قارن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر دل نہایت مغموم ہے۔ یہ سانحہ محض ان کے لواحقین کے لیے ہی نہیں بلکہ ہم سب کے لیے ایک مشترکہ حادثہ اور ناقابلِ تلافی علمی وروحانی نقصان ہے۔ راقم نے 1991ء میں دورۂ حدیث کے دوران حضرت مرحوم سے اکتسابِ علم کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس وقت حضرت مولانا محمد ریاض خان سواتی رحمہ اللہ میرے ہم جماعت تھے۔ حضرت قارنؒ کی وفات کی خبر سن کر شدید صدمہ ہوا لیکن حالات کی وجہ سے جنازے میں شریک ہونا ممکن نہ ہو سکا، جس پر دلی رنج ہے۔ یہاں جامعہ اسلامیہ الائی میں ہمارے اکابر واساتذہ حضرت شیخ مولانا انوار الحق صاحب، حضرت شیخ مولانا حبیب اللہ نعمانی صاحب، حضرت شیخ مولانا سمیع اللہ صاحب، حضرت شیخ مولانا سراج الحق صاحب دامت برکاتہم اور دیگر جملہ اساتذہ وطلبہ نے اجتماعی طور پر حضرت مرحوم کے لیے دعائے مغفرت وبلندیِ درجات کی۔ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے فیضانِ علمی کی ایک جھلک یہ ہے کہ یہاں (جامعہ اسلامیہ الائی بنہ بٹگرام) میں آپ کے دو فاضلین خدمات انجام دے رہے ہیں؛ ایک راقم الحروف اور دوسرے حضرت مولانا قاری عبد الرشید صاحب۔

ہمارا حضرت قارنؒ کے ساتھ ملاقات وتعلق رہتا تھا، ان کا الائی آنا جانا مولانا عبد المالک صاحب مرحوم کے ہاں بہت رہتا تھا۔ ان کی رحلت یقیناً ہم سب کے لیے نہایت بڑا صدمہ ہے۔ ہم عنقریب ان شاء اللہ تعزیت وملاقات کے لیے حاضری کا شرف حاصل کریں گے۔ فی الحال یہ سطور ہماری طرف سے تعزیتی کلمات کے طور پر قبول فرمائی جائیں۔ فقط والسلام، عاجز قاری عنایت اللہ، مدرس جامعہ اسلامیہ الائی، بنہ بٹگرام

جامعہ عبد اللہ بن عباس، پانوڈھیری مانسہرہ

محترم مکرم حضرات، حضرت اقدس مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

حضرت مولانا محمد فیاض صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے میں آپ حضرات کے گھرانے میں حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن رحمہ اللہ کے وفات کے سانحہ پر دلی تعزیت پیش کرتا ہوں۔ یہ ایک ناقابل یقین نقصان ہے اور مجھے اس پر گہرا دکھ ہوں۔ اللہ تعالی ہم سب کو صبر عظیم عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن رحمہ اللہ اپنی زندگی بھر درس وتدریس، اصلاح خلق اور دعوت وتربیت کے شعبے سے منسلک رہے۔ ان کے معراج میں

استقامت، اعتدال اور بچھلی تھی، اور طرز گفتگو میں متانت دوتار نمایاں تھا۔آپ حضرات کے اکابر بزرگ شیخین کی علمی وروحانی وراثت اب آپ سب بھائیوں کے حصے میں منتقل ہو چکی ہے۔اگر چہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، لیکن ان کا مشن اوران کی روشنی آپ حضرات کے ذریعے زندہ ہے۔

حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن رحمہ اللہ میرے بڑے بھائی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بھی دوست تھے، اور اسی نسبت سے ہمارے گھر میں مانسہرہ میں ان سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔سالانہ تقریبات اور دیگر مجالس میں بھی ان سے استفادہ کا موقع ملا۔سن 2016ء میں میرے بیٹے کا ٹریفک حادثے میں انتقال ہوا، تو حضرت قارن صاحبؒ نے جامعہ نصرۃ العلوم کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہمارے گھر حاضری دی اور تعزیت فرمائی۔ان کی تواضع، عاجزی اور شفقت ہمیشہ یادرہنے والی ہیں۔ان کے جانے سے یقیناً ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے، اور ان کی خدمات ہمیشہ قابل ستائش رہیں گی۔میرے سب سے بڑے بھائی حضرت مولانا حمید الرحمن رحمہ اللہ مدفون مکہ مکرمہ بھی اسی علمی ماحول سے مستفید ہوئے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ کی تقریریں ان کے پاس تھیں، جن سے میں نے زمانہ طالب علمی میں استفادہ کیا۔

میں دکھ کے اس موقع پر اپنی طرف سے جامعہ اشاعت الاسلام کی انتظامیہ، طلباء واساتذہ، اور جامعہ عبد اللہ ابن عباس کی پوری ٹیم کی طرف سے دلی تعزیت پیش کرتا ہوں اور اس حادثے کو اپنا حادثہ سمجھتا ہوں۔اللہ تعالی آپ حضرات کا حامی وناصر ہو، اس مشکل گھڑی میں آپ کو خصوصی مدد عطا فرمائے، اور مرحوم کی اولاد کو صلاح وفلاح اور دین داری میں ترقی نصیب فرمائے۔اللہ تعالی آپ حضرات کے سایہ کو تادیر سلامت رکھے، جامعہ نصرۃ العلوم کو اکابر کے مجوزہ اصولوں کے مطابق آباد رکھے، اور اس کا فیض جاری رکھے۔اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول کرے، اور آپ حضرات کو صبر وہمت عطا فرمائے۔آمین۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خلیل الرحمن نعمانی

ناظم تعلیمات، جامعہ اشاعت الاسلام مانسہرہ

مہتمم، جامعہ عبد اللہ ابن عباس مانسہرہ

ادارۂ جامعہ محمدیہ حقانیہ الائی روپکنی

ملک و بیرونِ ملک کے علمی وتربیتی حلقے ایک بڑے صدمے سے دوچار ہیں۔جلیل القدر عالم دین، مفسرِ قرآن، محقق اور محدث حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے۔مرحوم کی علمی ودینی خدمات

کوعلمی وعوامی طبقات میں زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا جا رہا ہے۔مرحوم نے جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں طویل عرصہ تدریس کی اور ہزاروں طلبہ کی علمی واخلاقی تربیت فرمائی۔جامع مسجد نور میں امامت اور جامع مسجد تقوی (پیپلز کالونی، گوجرانوالہ) میں خطابت کے ذریعے عوام الناس کو دین کی روشنی سے منور کیا۔مفسرِ قرآن، محدث اور محقق کی حیثیت سے ان کی تحقیقات وتصنیفات آج بھی اہلِ علم کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

حضرت کی وفات کی اطلاع نہایت رنج وغم کے ساتھ سنی گئی اور اہلِ علم ان کے جنازے میں شرکت نہ کر سکنے پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں۔وفات کے دوسرے روز جامعہ محمدیہ حقانیہ روپ کنی (الائی) میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد خلیل اللہ حقانی نے کی۔ اجلاس میں اساتذۂ کرام، منتظمین، معاونین اور طلبہ شریک ہوئے۔

اجلاس میں مرحوم کے دینی وعلمی مقام کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا اور حضرت مولانا زاہد الراشدی وحضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی کے صبر وحوصلے کو سراہا گیا۔شرکاء نے کہا کہ یہ بزرگ اپنے اکابر کے مشن کو صبر و استقامت کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں۔اجلاس کا اختتام حضرت مفتی محمد خلیل اللہ حقانی کی دعا پر ہوا۔شرکاء نے مرحوم کے بلند علمی مقام اور دین کے لیے ان کی بے مثال خدمات کو یاد کیا۔

مولانا احسان اللہ، نارووال

چہرۂ خاندانِ صفدر

بجھا چراغِ دیارِ دل ہے، ہوئی ہے ویران بزمِ ہستی
اجل نے چھینا ہے وہ ستارہ، جو میری رونق تھا کہکشاں تھا

گرا ہے وہ شجر جس کے سائے میں، زندگی پر سکوں بڑی تھی
وہ محرمِ رازِ دل تھا میرا، وہ شفقتوں کا بھی سائباں تھا

تھی کتنی پر کیف زندگانی، تمہارے ہونے سے اے مسیحا
تو میری دنیا تو میری جنت، تو میرا دل تھا تو میری جاں تھا

ہیں گھولتی رس میری سماعت میں، آج تک بولیاں اسی کی
وہ مسکراتا تھا بزم میں جب، تو مسکراتا پھر اک جہاں تھا

خدا کی اس پر نوازشیں تھیں، محبتیں تھیں عنایتیں تھیں
وہ باوفا تھا وہ باصفا تھا، وہ علم و حکمت کا آسماں تھا

کسی بھی جانب جو حال آیا، تو ڈھال بن کر کھڑا ہوا تھا
زمانے بھر کی مصیبتوں سے، ہر ایک آفت سے وہ اماں تھا

ہرا بھرا چھوڑ کر جو گلشن، گیا ہے راہِ عدن پہ وہ جو
خدا میری ماں کو صبر دے دے کہ اس کا وہ خاص مہرباں تھا

اولاد ساری سے پیار اس کا، مجھے فخر کہ میں مان اس کا
بنا کے فرزند مجھ کو رکھا، وہ میری خوشیوں کا رازداں تھا

خدا تیری لحد کو سجائے، نورِ ایماں کی روشنی سے
باغِ نبوی کا خوشہ چیں تو، علومِ قرآن کا ترجماں تھا

محبتوں کی لڑی میں جس نے، پرو کے رکھا سبھی کو احسان
وہ چہرہ خاندانِ صفدر جو سارے رشتوں کا پاسباں تھا

مولانا حافظ فضل الہادی ہزاروی
مدرس جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا عبد القدوس خان قارنؒ کی نمازِ جنازہ و تعزیتی اجتماع

گوجرانوالہ کی فضاء جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات ایک عجیب کیفیت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جامعہ نصرۃ العلوم کے در و دیوار، شہر کی سڑکیں اور لوگوں کے چہرے سبھی ایک ہی صدا بلند کر رہے تھے: ”انا للہ وانا الیہ راجعون“۔

استاذ الحدیث، امامِ جامع مسجد نور اور بزرگ عالمِ دین حضرت مولانا حافظ محمد عبد القدوس خان قارنؒ دارِ فانی کو الوداع کہہ گئے۔ مغرب کے بعد جب آپ کا جسدِ خاکی زیارتِ عام کے لیے جامعہ کے صحن میں لایا گیا تو صحن کی وسعت بھی تنگ ہوگئی۔ ہر طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی، حضرت مولانا عبد الحق خان بشیر، حضرت مولانا زاہد الراشدی، مولانا حماد الزہراوی، مولانا منہاج الحق خان راشد، مولانا ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر اور دیگر اکابر علماء نہایت کرب و اضطراب میں تھے۔ ان کے چہرے کہہ رہے تھے کہ آج ایک ایسا چراغ بجھا ہے جس کی روشنی برسوں تک قلوب کو منور کرتی رہی۔

شرکاء کی تعداد اتنی تھی کہ سڑکیں دور دور تک بھر گئیں، لوگ بڑی مشکل سے راستہ بنا کر پہنچے۔ یہ ہجوم کسی شخصیت کی عظمت کا نہیں بلکہ ایک عہد کی قدردانی کا منظر پیش کر رہا تھا۔

نمازِ عشاء کے بعد جامع مسجد نور کے خطیب مولانا محمد فیاض خان سواتی کی نگرانی میں ایک بامقصد تعزیتی اجلاس ہوا، جس کی نظامت خاکسار حافظ فضل الہادی نے کی۔ آغاز قاری وسیم اللہ امین کی پرسوز تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد مختلف مقررین نے حضرتؒ کی یادوں کو زبانی تاریخ کی شکل دی۔

حضرت مولانا حافظ گلزار احمد آزاد، مفتی محمد اسلم طارق، پروفیسر عبد الماجد حمید مشرقی، چوہدری بابر رضوان باجوہ، مولانا پیر ریاض احمد چشتی، مولانا ابوبکر جہلمی، مولانا جواد محمود قاسمی، پیر احسان اللہ قاسمی، مفتی ابو محمد، مولانا اویس شاد (دار العلوم کبیر والا)، پیر اسد اللہ (جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور)، پیر عتیق الرحمن عزیز (راولپنڈی)، پروفیسر اشفاق حسین منیر (گجرات)، قاضی عطاء المحسن راشد (قلعہ دیدار سنگھ) نے اپنے اپنے انداز میں حضرتؒ کی علمی،

دینی اور اخلاقی خدمات پر روشنی ڈالی۔

ہر مقرر کے الفاظ دراصل آنسوؤں کی صورت تھے، جو لبوں سے نہیں دل سے بہہ رہے تھے۔ ان سب نے کہا کہ حضرت قارنؒ کی وفات امت کے لیے محض ایک شخص کا غم نہیں، بلکہ ایک ایسے عہد کا خاتمہ ہے جس نے ہزاروں طلباء کے دلوں میں قرآن وسنت کی محبت بھری۔

اجتماع میں شریک ہونے والوں میں خاندان سواتی کے سبھی حضرات کے علاوہ حضرت مولانا قاری خالق داد (دینہ)، حضرت مولانا محمد فاروق احمد کھٹانہ، مفتی فخر الدین (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی نعمان احمد، مولانا بلال احمد پسروری، مولانا الیاس (گجرات)، ڈاکٹر فضل الرحمن (گوجرانوالہ)، مولانا امجد محمود معاویہ (پاکستان شریعت کونسل)، مولانا عبدالواحد رسولنگری، مولانا شاہ نواز فاروقی، مولانا نعمان بابر (شبان ختمِ نبوت)، مولانا عارف شامی (عالمی مجلس ختم نبوت)، مولانا پیر محمود الحسن شاہ (مانسہرہ)، قاضی محمد اسرائیل گڑنگی و قاضی نعمان گڑنگی (مانسہرہ)، مولانا عبدالقدیر (مانسہرہ)، مولانا وقار احمد، مفتی توصیف احمد، مولانا ساجد اعوان (ہری پور) اور اچھڑیاں مانسہرہ سے حضرت کے خاندان کے کئی حضرات سمیت ہزاروں علماء، طلباء اور اہلِ محبت شامل تھے۔ یہ سب اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ حضرتؒ کا فیض صرف گوجرانوالہ تک محدود نہ تھا، بلکہ پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا۔

اجلاس کے اختتام پر حضرت مولانا زاہد الراشدی کی لرزتی آواز نے سب دلوں کو رُلا دیا: ”جیسے میں نے اپنے چچا جان حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی وفات پر اپنے والد حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ سے کہا تھا کہ آج جوڑی ٹوٹ گئی ہے، بالکل اسی کیفیت میں آج کہتا ہوں کہ ہماری جوڑی ٹوٹ گئی ہے۔“ یہ جملہ ایک شخص کا بیان نہیں تھا بلکہ ہزاروں دلوں کی دھڑکنوں کا ترجمہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالوکیل خان مغیرہ نے اس موقع پر اعلان فرمایا کہ والدِ محترم تصویر کو ناجائز سمجھتے تھے، یہ اُن کی وصیت تھی اور ہم سب اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

رات دس بجے حضرت مولانا نصر الدین خان عمر نے والدِ محترم کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

جنازے کی ادائیگی کے بعد آپ کا جسدِ خاکی بڑے قبرستان منتقل کیا گیا۔ جہاں علما، طلبہ اور عوام کا اس قدر عظیم اجتماع تھا کہ قبرِ مبارک کے قریب جگہ بنانا بھی لوگوں کے لیے نہایت دشوار تھا۔ حضرتؒ کو اُن کے چچا و مربی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے جوار میں سپردِ خاک کیا گیا۔ لحد میں آپ کو نہایت محبت اور ادب کے ساتھ آپ کے فرزند مولانا حافظ نصر الدین خان عمر، حافظ علم الدین ابوہریرہ اور حافظ شمس الدین خان طلحہ نے اتارا۔ زمین نے اپنے دامن میں ایک اور ولی کو سمیٹ لیا۔

تدفین کے بعد سرہانے کی جانب آپ کے فرزند حافظ عبدالرشید خان سالم نے سورۂ بقرہ کے آغاز سے تلاوت شروع کی، اور پاؤں کی سمت آپ کے پوتے، حافظ حنظلہ عمر نے سورۂ بقرہ کی آخری آیات تلاوت فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت صوفی عطاء اللہ نقشبندیؒ کے جانشین، پروفیسر ضیاء اللہ نقشبندی نے نہایت سوز وگداز کے ساتھ دعا فرمائی۔ ان کی دعا کے کلمات نے مجمع کے دلوں کو موم کر دیا، آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور فضا پر رقت و خشوع کی کیفیت طاری ہوگئی۔

حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارنؒ کی وفات صرف گوجرانوالہ یا جامعہ نصرۃ العلوم کا غم نہیں، یہ ایک پوری نسل کا دکھ ہے۔ وہ استاد بھی تھے، رہنما بھی، مصلح بھی اور مربی بھی۔ آج ان کی مسکراہٹیں، ان کی دعائیں اور ان کی نصیحتیں ہمیں شدت سے یاد آئیں گی۔ لیکن اُن کا فیض ہمیشہ باقی رہے گا، ان کے شاگرد ان کی تعلیم و تربیت کے آثار کو زندہ رکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

وفیات

گزشتہ ماہ میں مندرجہ ذیل خواتین وحضرات وفات پا گئے ہیں۔

(۱) مدرس جامعہ نصرۃ العلوم مولانا صبغت اللہ سرحدی کے والد محترم لکی مروت میں۔

(۲) حافظ محمد ارسلان پسروری سابق متعلم جامعہ نصرۃ العلوم۔

(۳) اہلیہ حضرت مولانا محب النبی لاہور۔

(۴) حافظ محمد قمر بٹ پہلوان کے والد محترم لالہ محمد انور پہلوان گوجرانوالہ میں۔

(۵) مولانا عنایت اللہ چترالی کی تائی جان چترال میں۔

(۶) مولانا محمد علی فاضل جامعہ نصرۃ العلوم کے بھائی رضوان گوجرانوالہ میں۔

☆ ہم ان تمام وفات پانے والے حضرات وخواتین کے اہلِ خانہ سے تعزیت کرتے ہوئے قارئین کرام سے ان کے حق میں دعائے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ کریم ان کی تمام غلطیوں، کوتاہیوں، لغزشوں اور خطاؤں کو درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے، آمین یارب العالمین۔ (فیاض)

حضرت مولانا عبد القدوس خان خانؒ

قارن کی یہ دعا ہے الٰہی قبول کر لے!

(حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی وفات کے موقع پر لکھا گیا منظوم کلام)

کیا بیتی ہم پہ لوگو! کسے حالِ دل سنائیں؟
دنیا اُجڑ گئی ہے کسے زخمِ دل دکھائیں
جس شیخ کی زیارت تھی سکون دل کا باعث
وہ شیخ چل دیئے ہیں اب سکوں کہاں سے لائیں؟
ہر فرد اُداس بیٹھا، سوچوں میں گم ہوا ہے
آنکھوں سے بہتے آنسو، اوروں کو بھی رُلائیں
بھائیو! نہ ہارو ہمت اب حوصلہ دکھاؤ!
ورثے میں جو ملا ہے اس مشن کو بڑھائیں
ہر مسئلہ حق بتایا، اسلاف سے ملایا
باطل سے ڈر نہ کھایا چاہے جان ہی سے جائیں
توحید کو پھیلایا سنت کی راہ دکھائی
پڑھ پڑھ کتابیں اُن کی عوام کو سنائیں
سواتی برادران کے نسبی روحانی بیٹو!
درس و عمل میں اپنے اسی فرض کو نبھائیں
خونِ دل سے ہم کریں گے اس مشن کی حفاظت
دشمنوں سے جا کہ کہہ دو یوں خوشیاں نہ منائیں
قارن کی یہ دعا ہے الٰہی قبول کر لے!
جب محشر میں ہم کو دیکھیں تو اسلاف مسکرائیں